اللہ تعالیٰ سے محبت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ بات محتاج بیان نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان کی بنیاد ہے کیونکہ "حب" کی ضد بغض ہے۔ جس نے بھی اللہ کے ساتھ بغض و عداوت اختیار کی وہ کافر ہوگا، اللہ تعالیٰ کی محبت ایمان ہے اس پہ کثرت کے ساتھ آیات و احادیث وارد ہیں۔

ا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲پ، البقرہ:۱۶۵) اہل ایمان، اللہ سے ہر شے سے شدید محبت کرتے ہیں۔

اور تمام دلائل سے یہ آیت مستغنی و بے نیاز کر دیتی ہے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ (سورۃ البقرہ، ۹۸) جس نے اللہ، اس کے ملائکہ، اس کے رسولوں اور جبرائیل و میکائیل سے عداوت کی تو اللہ کافروں کا دشمن ہے

اس میں محبت کی ضد عداوت کرنے والوں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔

محبت کی تعریف و مفہوم

اہل علم نے محبت کی تعریف و مفہوم میں بہت کلام کیا ہے اور دقیق ہونے کی وجہ سے اس میں اختلاف بھی ہوا حتی کہ کچھ ایسے لوگوں نے اس کا

انکار ہی کر دیا جو اہل علم کہلاتے ہیں مگر ان کے ہاں علم نہیں، جہالت ہے۔ انشاء اللہ محبت کا مفہوم دو چیزوں سے واضح ہو جائے گا۔

۱۔ثبوت (گڑ جانا)　　۲۔صفاء

تو "حبّ" وہ محبت جو ثابت وصافی ہو۔

حبّ، اس صاف لکڑی یا کیل کو کہا جاتا ہے جو زمین میں گاڑ دی جائے

الصافی، جو گدلے پن اور شائبہ سے محبوب کے لیے خالص ہو، یہ "حب الاسنان" سے ہے دانتوں کا زردی سے سفید وصاف اور سفیدی کو بدلنے والے رنگوں کی ملاوٹ سے خالی ہونا۔

اس سے "حبة" (دانہ) جس کی جمع "حبوب" آتی ہے "حبة" وہ بیج ہے جب زمین میں بویا جائے تو اس سے سبزہ لہلہاتا ہے اور اس پر تنا و پھل لگتا ہے:

كذلك المحبة فى القلب ثابتة	اسی طرح محبت دل میں گھر کر لیتی ہے
وتتفرع عنها اغصانها على الجوارح	اور اس کی شاخیں اعضاء و جوارح پر ظاہر ہوتی ہیں۔

جب کوئی آدمی کسی جگہ قیام پذیر ہو جائے تو کہا جاتا ہے "احب الرجل بالمکان" (وہ شخص فلاں جگہ ٹھہر گیا ہے) "حباحب" روشنی کرنے والے جگنو کو کہا جاتا ہے جو رات کو خوب محسوس ہوتا ہے۔

محبّ کا محبوب کے علاوہ کو نہ دیکھنا

یاد رہے محبت کا نور دلوں میں جاگزیں ہو جانا، اس سے بھی کہیں خوب تر محسوس ہوتا، جس طرح پانی کا "حباب الماء" پانی کے بڑے حصے کو بھی کہتے ہیں،

اسی طرح قلبی محبت، محبوب کو دل میں اس طرح سب سے مضبوط و معظم کر دیتی ہے

حتی لا یری المحب ولا یسمع الا محبوبه وان کان علی تباعد جسمه

حتی کہ محب، محبوب کے علاوہ نہ کسی کو دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اگرچہ وہ جسماً اس سے کہیں دور ہو۔

اس کی مثالیں کثیر ہیں

تو محبت وہ چاہت ہے جو دل میں گھر کر لے اور محبوب کے علاوہ دوسرے سے اسے صاف کر دے اور اس میں اسی کی محبت ہو جسے محبوب چاہتا ہو۔

جب مذکورہ معنیٰ آشکار ہو گیا تو اب واضح ہو جانا چاہئے کہ محب، محبوب کے لئے ایسی خیر چاہتا ہے جو دائمی ہو اور اسے تکلیف کی کبھی ہوا بھی نہ لگے اور اگر محب کے بس میں ہو تو وہ اسے اپنے دل اور آنکھوں میں سما لے۔

ثم یطلب الاتصال بالمحبوب حتی یود لو قدر ان یدخله فی باطنه یطلب الاتحاد حتی یکون هو

پھر محب، محبوب سے اتصال چاہتا ہے حتی کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اگر قدرت ہو تو وہ اپنے محبوب کو باطن میں سمو لے بلکہ وہ تو اتصال ہی نہیں، محبوب سے ایسا اتحاد چاہتا ہے کہ محب باقی نہ رہے بلکہ محبوب ہی ہو

اور اس محدود اتحاد کو عشق متجاوز کہا جاتا ہے۔ اس گفتگو سے انشاء اللہ محبت کے تمام معانی سمجھ آئیں گے، البتہ محب اور محبوب کے مختلف احوال ضرور ہوتے ہیں۔

فصل: مقام محبت کے تین تقاضے

۱۔محب (بندہ)

۲۔حب (بندہ کی حالت)

۳۔محبوب (جس سے محبت کا حکم ہو خواہ وہ کوئی ہو)

حبّ کے تین درجات ہیں:

۱۔مقام اسلام پر ۲۔مقام ایمان پر ۳۔مقام احسان پر۔

پہلا درجہ جو مقام اسلام اور عالم حس سے متعلق ہے۔وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ان نعمتوں کی بنا پر محبت کی جائے جو اس نے بندے پر کی ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے:

احبوا الله لما يغذو كم به من نعمه اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ اپنی نعمتوں سے تمہاری پرورش فرما رہا ہے

اوران اُمور ظاہرہ سے محبت کی جائے جن سے اس نے محبت کا حکم دیا ہے۔

اُمور ظاہری کی اقسام

اُمور ظاہری دو طرح کے ہیں:

۱۔دینی ۲۔دنیاوی

دنیاوی ان مقامات سے محبت ہے جو اللہ کے پسندیدہ ہیں اور ان سے اس نے محبت کا حکم فرمایا ہے اور یہ ہر وہ جگہ ہے جس میں اللہ کی طاعت و ذکر کیا جاتا ہے مثلاً مساجد، حدیث میں ہے:

احب البقاع الی الله مساجدھا وابغض البقاع الی الله اسواقھا
اللہ کو سب سے پسند مقام مساجد اور سب سے ناپسند مقام بازار ہیں

تو مساجد کے ساتھ محبت کی جائے اور انہیں تمام زمین کے دیگر حصص سے افضل مانا جائے، مساجد میں سے بھی سب سے زیادہ تین مساجد سے محبت کی جائے، مسجد حرام مسجد نبوی، مسجد اقصیٰ۔

اسی طرح مجالس ذکر اور مجالس علم نافع کے ساتھ محبت کی جائے، یہ محبت محمود ہے اور اس پر بندے کو اجر دیا جائے گا، ہر اس مسکن سے محبت جس میں اسراف نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف اور اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اسراف یہ ہے کہ انسان اس اعتدال اور تواضع سے نکل جائے جو انبیاء، اولیاء اور علماء کا رہن سہن کا طریقہ ہے جس میں بڑے محلات اور مذموم سجاوٹ نہ ہو۔

اس لباس کو محبوب سمجھا جائے جو بارگاہ خداوندی میں زینت کا ذریعہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ
(سورہ الاعراف، ۳۱)
نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔

اور اس سے مراد وہ لباس ہے جو ستر کو ڈھانپے گرمی و سردی سے محفوظ رکھے اور اسراف پر مشتمل نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ہے یہی معاملہ حلال کھانے پینے کا بھی ہے حتیٰ کہ بیوی کے ساتھ بھی اس قدر محبت کی جائے جو دین میں معاون ہو ایسی محبت نہ کی جائے جو انسان کو ہلاکت میں ڈال دے۔

مختصر یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے اللہ کی خاطر اس سے محبت کی جائے اور اس میں حتی الوسع تجاوز نہ ہو اگر تجاوز ہو جائے تو اللہ سے معافی مانگی جائے کیونکہ دنیاوی محبت ہر خطا کی جڑ ہے۔

پھر اہلِ دنیا کی دین، عدل، حسن حال اور نرمی سے اصلاح کی کوشش کرے، ان لوگوں میں سے نہ ہو جو فساد، فتنہ اور غلو کا شکار ہو جاتے ہیں مثلاً ذخیرہ کرنے والا وغیرہ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذخیرہ کرنے والا بد بخت ہے۔

ان ارخص الله الاسعار حزن وان اغلاها فرح	اگر اللہ تعالیٰ بھاؤ کم فرمادے تو وہ غمگین ہوتا ہے اور بھاؤ بڑھادے تو خوش ہوتا ہے۔

(الترغیب،۲۔۵۸۳)

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

ان سمع برخص ساء وسمع بغلاء فرح	اگر سنے مال سستا ہوگیا ہے تو بُرا مناتا ہے اور اگر سنے مال مہنگا ہوگیا تو خوشی مناتا ہے

ایسے حالات میں محبِ الٰہی کو چاہیئے کہ وہ قیمتوں میں کمی، کرم ورحمت اور امن کو پسند کرے یعنی وہ تمام اولاد آدم چوپایوں اور نباتات حتی کہ تمام مخلوق سے خیر خواہی پسند کرے کیونکہ کرم ورحمت اور امن میں بنی آدم اور دنیا و دین کی اصلاح ہے طبعاً مباحات دنیاوی کے ساتھ محبت اس سے خارج نہیں کرتی، بشرطیکہ وہ حرام نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ گوشت میں دستی پسند فرماتے، میٹھا ٹھنڈا پانی پسند فرماتے، کدو پسند فرماتے، خواتین، خوشبو اور بچوں کے ساتھ پیار فرماتے، اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شدید محبت فرماتے، اسی طرح باقی اولاد اور نواسوں امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیار فرماتے، تمام اہل محبت کے سربراہ ہو کر ان مباحات دنیاوی سے پیار کرتے مگر ایسا پیار نہیں کہ وہ ذکر الٰہی سے غافل کر دے یا حد سے متجاوز ہو جائے کیونکہ ایسی صورت میں وہ نعمت نہیں بلکہ عذاب بن جاتا ہے۔ حدیث میں ہے:

احبوا اللہ لما اردفکم بہ من نعمہ ویغذوکم بہ من نعمہ

اللہ سے محبت کرو کیونکہ اس نے تم پر مسلسل نعمتیں کیں اور تمہیں اپنی نعمتوں سے پالا۔ (الترمذی، ۹۔۳۸۷)

تو بندے پر ہونے والی ہر نعمت لازم کرتی ہے کہ وہ اپنے رب سے محبت کرے اور یہ محبت احسان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔

جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا

دل اس فطرت پر پیدا ہیں کہ احسان کرنے والے سے محبت کریں۔ (الحلیۃ لابی نعیم، ۴۔۱۲۱)

دل غافل ہو گئے

باری تعالیٰ نے ہم پر ہر معاملہ میں احسان فرمایا ہے ہماری صورت خوب بنائی ہماری تخلیق کو احسن تقویم کیا بلکہ کائنات کی ہر شئی کو اس نے حسین بنایا اور اسے اولاد آدم کے لئے بنایا اور اس کے تابع کیا، جب بندہ دیکھتا ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر کس قدر احسان فرمایا ہے تو وہ اس کے احسان کے مطابق اس سے محبت کرتا ہے کیونکہ فطرۃً دل اپنے محسن سے پیار کرتے ہیں، ہاں ہوا یہ ہے کہ ہمارے دلوں پر غفلت، جہالت اور اندھے پن کا غلبہ ہے۔ (جس کی وجہ سے ہم اپنے خالق سے محبت نہیں کرتے) کیا تم نہیں دیکھتے جب انسان دوسرے پر کوئی احسان کرتا ہے تو وہ دل و جان سے اس کی قدر و منزلت کرتا ہے تو اسی طرح بندے کو چاہئے اللہ تعالیٰ کے احسانات جب اس پر واضح چکے ہیں تو وہ اپنے خالق کے تمام افعال سے محبت کرے اور جو کسی کو محبوب بنا لیتا ہے تو وہ اس سے نسبت رکھنے والی ہر شئی حتی کہ محبوب کے کتے سے بھی محبت رکھتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

احب لحبها السودان حتی　　　احب لحبها سودا لکلب

(میں محبوبہ کی محبت کی وجہ سے حبشی سے حتی کہ کالے کتے سے بھی پیار کرتا ہوں)

واضح رہے یہاں شاعر کا محبوب سیاہ تھا:

سوال: کیسے بندہ اپنے رب کے تمام افعال سے محبت کرے بطور عموم کفر جہالت اور مخالفت کیونکہ یہ اللہ کے افعال کے مخالف ہیں تو یہ چیز اس پر کیسے لازم ہوگی؟

جواب: واضح رہے کہ اس کی دو جہتیں ہیں: ایک بندہ کے اعتبار سے اور ایک اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے، اور دونوں جہات میں معاملہ مختلف ہے کیونکہ جب تم

مثلاً جہالت کی طرف دیکھو تو جان لو گے کہ اس کے مالک نے کسی شے کا ادراک
نہیں پایا نہ اس میں پختگی ہے اور نہ ہی حکم، جب تم جہالت کی طرف دیکھو اور
اس کی خلقت کی حکمت کی طرف تو جہالت تمہیں زبان حال سے کہے گی کہ باری
تعالیٰ صفت جہالت سے منزہ ہے اگر وہ جاہل ہوتا تو نہ کوئی شے پیدا کرتا اور نہ
ہی اس سے کوئی محکم و پختہ فعل صادر ہوتا تو یہ جہالت معرفت باری تعالیٰ پر نہیں
ہوگی کیونکہ ہر شے اس سے صادر ہے اور اسے اپنے علم سے اس نے پختہ اور محکم
کیا اسی طرح کا معاملہ کفر کا لیجیے کہ وہ اللہ ہونے کا انکار ہے نہیں لسان حال سے
وہ کرے گا تا کہ اگر باری تعالیٰ باطل ہوتا اور نہ موجود ہوتا تو نہ وہ رب ہوتا اور نہ
ہی مربوب اور نہ موجد و موجود ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے کفر کی رہنمائی نہیں کی جیسے اس
نے تمہاری ایمان میں رہنمائی کی اور ایسے حسن کا کیا کہنا اسی طرح شرک لسان
حال سے کہے گا اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک بیٹا، بیوی یا اولاد ہوتی تو وہ
ناقص ہوتا اور وہ ایسے محل کا محتاج ہوتا جو اسے اُٹھائے اگر معاملہ ایسے ہو تو آسمان
وزمین اور تمام چیزیں ختم ہو جاتیں اور نہ رب ہوتا اور نہ مربوب اسی طرح یہ
معاملہ ہر شے کا ہے اگر تم تتبع کرو تو ان تمام چیزوں کا محتاج ہونا سامنے آجائے گا
لیکن گفتگو طویل ہو جائے گی ہمارا مقصد اختصار ہے تو اللہ تعالیٰ سے اپنے دیکھنے
کے بارے میں مدد مانگو۔

اہل معرفت کہتے ہیں اس کائنات کا عموم پر ہونا صحت محبت کی دلیل ہے
اور اس کا خصوص پر استحسان فتنے اور ظلمات تک پہچاتا ہے لیکن درست نظر کی محتاج ہے
کیونکہ وہ ایسا نیا راستہ ہے جس سے عقول میں اللہ تعالیٰ کا استحسان واضح ہوتا ہے۔

اُمور دینیہ کی تقسیم

اُمور دینیہ دو طرح ہیں، اوامر اور نواہی ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس سبب سے بھی محبت کی جائے کہ اس نے ہماری زبان کو کلمہ کفر سے محفوظ فرما کر اس پر کلمہ توحید جاری فرمایا، ہمارے اعضاء کو مخالفت دین سے پھیر کر انہیں شریعت کی پیروی کی توفیق عطا فرمائی، اس کائنات میں بندے پر اس کا یہ سب سے بڑا احسان ہے انسان کو چاہیئے وہ دین اسلام، اس کی سر بلندی اور مسلمانوں کے کفر اور کفار پر غلبہ کو پسند کرے کیونکہ اس جہاں میں حسنات اور اجتناب سیئات سے بڑھ کر کوئی شے پیدا نہیں کی گئی ، یہی وجہ ہے کہ اس کا نام ہی حسنات ہے اور ممنوعات سے بچنا حسنات میں اعظم نیکی ہے۔

کثرت یاد الٰہی

اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے بڑھ کر کوئی شے خوبصورت نہیں لہٰذا اللہ کی یاد سے پیار کرتے ہوئے اپنی زبان کو اس سے تر رکھا جائے۔

اُصول یہ ہے۔

من احب شیئاً اکثر من ذکرہ — جو کسی شے کو چاہتا ہے وہ اکثر اس کا ذکر کرتا ہے۔

اسی طرح یہ بھی اُصول ہے۔

من احب شیئاً اطاعہ — جو کسی کو محبوب رکھتا ہے وہ اس کی اطاعت کرتا ہے۔

اسی طرح اس کی نافرمانی سے اجتناب و دوری اس کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ اپنے محبوب کی نافرمانی نہ کر پائے۔

دین اسلام کا حسن

اس پر بندہ اس سے مدد لے کر دین پر غور کرے کہ وہ کس قدر حسین ہے خواہ وہ فرض ہے یا نفل تاکہ اس پر یہ بات واضح ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے خوبصورت دین کی ہدایت فرما کر بندے پر کتنا کرم فرمایا، حسن و جمال، محبت و احسان کا سبب ہوتا ہے۔

فالھدایۃ الیہ من اعظم النعم وقد حبلت القلوب علی حب من احسن الیھا وانعم علیھا

اللہ کی طرف سے رہنمائی سب سے بڑی نعمت ہے اور دل احسان و انعام کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

اللہ کی عبادت کا حسن

اس کی اختصاراً مثال یہ ہے کہ الہ کبیر کی عبادت کے جمال و حسن میں غور کیجئے اس سے بڑھ کر کیا حسن ہو گا کہ بندہ اپنے مولیٰ کی عبادت کرے اور اس سے بڑھ کر کیا حسن ہو گا کہ بندہ غیر مالک سے اجتناب کرے۔ اپنے آقا کی سیادت کو قبول کرنے (جبکہ وہ واقعۃً اس کا اہل بھی ہو) سے بڑھ کر کس شے میں حسن ہو گا اور غیر مستحق کو اپنا آقا قرار دینے سے بدتر کون سی چیز ہے؟

فیتبین بهذا جمال معنی لا اله الا الله فیحبها العبد ویقربها حتی تکون احب الیه من سمعه وبصره

تو اس سے "لا اله الا الله" کے مفہوم کا جمال آشکار ہو گیا۔ تو بندہ اللہ ہی سے محبت کرے اور اس کا قرب پائے حتی کہ وہ اسے اپنے کانوں اور بینائی سے زیادہ محبوب ہو جائے۔

نماز وزکوٰۃ کا حسن

اسی طرح اپنے مالک کی بارگاہ میں حاضری کے لیے طہارت کے جمال پر غور کرو پھر اس غالب وکبیر رب کے سامنے نماز کے ایک ایک رکن کے حسن پر فکر کرو پھر جمال زکوۃ، زوال بخل، رذائل بخل سے طہارت وتزکیہ پر نظر جماؤ اسی طرح جمال روزہ اور اس میں شہوت کا کمزور ہونا اور عفت میں ملائکہ کی صفات سے متصف ہونا لیجئے۔

اسی طرح جہاد میں عزت وغلبہ اسلام کا نور ہے۔ اسی طرح حج اور دیگر احکام اسلامی کے حسن وجمال کا مطالعہ کرو۔

حتی یتبین جماله ویحبه القلب فما خلق الله اجمل من الدین

تا کہ اسلام کا جمال وحسن سامنے آئے اور دل اس سے محبت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام سے بڑھ کر کسی شے کو حسین نہیں بنایا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَ کَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ

تمہیں ایمان محبوب بنا دیا ہے اور تمہارے دلوں کی زینت اور کفر، فسق اور نافرمانی کو تمہارے لئے ناپسندیدہ بنا دیا۔ (سورۃ الحجرات، ۷)

لہٰذا دین سے محبت کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے اس اہم دین کے عطا کرنے پر محبت کی جائے، اگر مذکورہ حقیقت سمجھ آجائے تو انسان ہر شے پر اللہ ہی سے محبت کرے خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی۔

فصل: دوسرا مقام، مقام ایمان پر محبت

انسان سب سے پہلی نظر اپنے جسم میں غائب نفس پر ڈالے اور اسے اپنے نفس پر احسان کرنے والے سے بڑھ کر کسی سے محبت نہیں ہونی چاہئے کہ باری تعالیٰ نے اس کے باطن میں ایمان لکھ دیا، اس پر یہ احسان فرمایا کہ اس نفس نے ہدایت کو قبول کرلیا، یہ انعام بھی عطا فرمایا کہ اسے اہل ایمان میں بنایا اور اس کے باطن کو محل کفر بننے سے محفوظ رکھا۔

اُخروی نعمتوں پر نظر

پھر اپنے ایمان کے ساتھ نظر آخرت پر ڈالے اور ہدایت علم اور نور الیقین سے ان انعامات کا جائزہ لے جو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے تیار کر رکھے ہیں اور ہر مومن پر وہاں ایسے مختلف و متعدد احسانات ہونگے جن کے وصف کا بیان کوئی بھی نہیں کرسکتا، پھر ایمان کی نظر سے ان اُخروی عذابوں اور ہلاکتوں کو

بھی دیکھے جن سے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی حفاظت فرمائے گا۔ حالانکہ ان کے سامنے پہاڑ بھی کھڑے نہ ہوں سکیں گے اور وہ عذاب ہر بیان سے اعظم و بالاتر ہیں۔

فلا یری فیھا نجاۃ الا بالایمان والاحسان الالمؤمن فیعلم قدر احسان اللہ الیہ فیحبہ علی قدر احسان الیہ بالایمان اذقد علم انذرہ من الایمان اذا وھبت لبعد وان کان عاصیاً قد یخرج من دار الھوان ولو بعد طول الازمان ولا یخلد فیھا کل الاحسان من اجل تلك الذرۃ من الایمان ثم تدخلہ تلك الذرۃ بعد الخروج من النار الی سکنی دار سقفھا عرش الرحمن

وہاں ایمان کے بغیر نجات نہ ہو گی اور احسان صرف اہل ایمان پر ہو گا تو مومن کو چاہئے وہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو مان کر اس کے ایمان عطا کرنے پر اس سے محبت کرے کیونکہ پھر اسے معلوم ہو جائے گا کہ ذرہ بھر ایمان کامل جانا بندہ گنہگار پر دار ذلت (دوزخ) سے نکلنے کا سبب بنے گا خواہ طویل مدت کے بعد ہی سہی وہ اس ذرہ ایمان کی بدولت وہاں ہمیشہ نہیں رہے گا ۔پھر وہ اس ذرہ کی وجہ اسے اس دار سکونت (جنت) کی طرف لے جائے گا جس کی چھت رحمٰن کا عرش ہے۔

ذرہ ایمان کا مقام

دلیل کے ساتھ واضح ہو گیا کہ اس ذرہ ایمان کا کوئی شے مقابلہ نہیں کرسکتی اگر تمام کائنات اجتماعی طور پر اس کی قیمت لگانا چاہے تو نہیں لگا سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی قدر یہ ہے کہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے، دار کرامت (جنت) میں ہمیشہ رہنے اور اپنے خالق کی

زیارت کا سبب ہے، کیا یہ محسن کا احسان نہیں کہ اس نے ایسا ذرہ عطا فرمایا جس کی کامل قدر بھی اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

جب مومن کو اس بات کا علم ہو جائے تو وہ ایمان سے محبت کرے گا ایمان اس کے خون و ریشہ میں رس بس جائے گا۔ اسے اپنے نفس سے بڑھ کر اس سے پیار ہوگا اس کے ایمان میں کثرت ہوگی اور پھر اس کا ایمان جگمگا اُٹھے گا

فیشتاق الی الغیب ویحب الدار	تو وہ عالم غیب کا مشتاق بن جائے گا
الاخرۃ یؤثرھا علی الدنیا ویساق	اسے دار آخرت محبوب ہو جائے گا
الی الاحسان الذی کل احسان فیہ	اسے وہ دنیا پر ترجیح دینے لگ جائے
کلاشی	گا اور وہ اس احسان کی طرف متوجہ ہو جائے گا جس کے مقابلہ میں ہر احسان کالعدم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مقام والوں کی مدح ان کلمات سے فرمائی ہے:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ	ہمارے ذمہ ہی کوئی نہیں بلکہ اے
وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ	کافرو تم پاؤں تلے کی دوست رکھتے ہو
(القیامۃ: ۲۰، ۲۱)	اور آخرت کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

یعنی وہ آخرت کی محبت ترک کر دیتے ہیں جس میں دائما انعام اور کریم کا دائمی احسان ہے اور خالق عظیم کی زیارت ہوگی۔

موت کا فائدہ

ایمان قوی ہو گیا تو موت کا اشتیاق بڑھ جائے گا اور اس کے لیے تیار رہے گا ،اگر صادق ہوا تو بعض اوقات موت کی اس لیے تمنا کرے گا تا کہ وہ دارالاحسان میں داخل ہو۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

ان حفظت وصیتی لم یکن غائب احب الیك من الموت

اگر تم میری وصیت یاد رکھو تو تمہیں موت سے بڑھ کر کوئی غائب شے محبوب نہیں ہونی چاہیے۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (سورۃ الجمعہ،٦)

تو تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہوتے۔

اور جو اس درجہ سے نیچے ہو وہ موت کو اور وجہ سے یاد کرتا ہے۔ کیونکہ موت اس حوالے سے محسن ہے کہ وہ غفلت سے بیدار کرتی اور آخرت کی یاد دلاتی ہے ،بندے کو ذاکر بنا دیتی ہے۔ بندے کا دل نرم اور اس میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے اور یہ تمام اللہ تعالی کا احسان عظیم ہے، جسے اہل خشوع حالت خضوع میں پاتے ہیں۔

قبر کا احسان عظیم ہونا

اسی طرح قبر بھی احسان عظیم ہے، کیونکہ اس کی یاد اور اس کی ہولناکی سے انسان خوف کھاتا ہے۔ اور اللہ تعالی کے انعام کی اُمید لاحق ہوتی ہے اور

اس سے دل میں رقت اور خشوع حاصل ہوتا ہے اور یہ انسان کو آخرت کی طرف متوجہ ہونے والوں میں بنا دیتی ہے۔ اہل ایمان پر اس سے بڑھ کر کیا احسان عظیم ہوسکتا ہے؟

آخرت کی یاد

اسی طرح آخرت کی ہولناکیاں مثلاً قبور سے دوبارہ اٹھنا اور حشر کو جب مومن یاد کرتا اور ایمان سے ان کو دیکھتا ہے تو تمام احوال اور ان کا تذکرہ اسے نفع دیتا ہے اور اسے اپنے مالک کے سامنے خاشع بنا دیتا ہے اس۔ سے انسان کے اندر زھد، توبہ، عاجزی، فروتنی اور ہر اچھا وصف پیدا ہوتا ہے اب آخرت کے ہر معاملہ کی یاد میں احسان دینی اور اُخروی ہوگا جو انسان اپنے قلب و باطن اور ظاہر میں محسوس کرے گا اور اسے فضیلت کے ان مقامات اور احوال تک پہنچا دے گا کہ آخرت کا وجود اس کیلئے سراپا احسان بن جائے گا اگر محبّ ذکر آخرت اور اس میں انعام و عذاب سے غافل ہو جائے تو اس کے احوال درست نہیں رہیں گے اگرچہ وہ اب آگ اور وہاں کی ہولناکیاں سنتا رہے کیونکہ اس کے باطن میں اللہ کا احسان باقی نہیں رہا، ہاں اگر آخرت کا انسان محبّ ہو تو وہ اس کے دل میں دائماً گھر کر جائے گی اب اگرچہ اس کا جسم دنیا میں ہے مگر اسے فکر آخرت کی ہوگی۔ یہ وہ محبت ہے جو میخ کی طرح گڑ جاتی ہے تو دل آخرت میں اور جسم دنیا میں رہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا امام المتقین اور محبین کے سربراہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتی ہیں:

انه ﷺ کان مکثر التفکر فی تعرف الفانی من الباقی	آپ ﷺ باقی اور فانی ہو جانے والی میں کثرت کے ساتھ تفکر فرماتے۔

ایک تعبیر کے مطابق فانی و باقی دنیا و آخرت ہیں جبکہ دوسری کے مطابق

الباقی ھو اللہ والفانی الاشیاء کلھا	اللہ تعالیٰ باقی ہے اور تمام اشیاء فانی ہیں

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

الا کل شیء ما خلا اللہ باطل

(اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے باطل ہے)

مذکورہ گفتگو سے واضح ہو گیا کہ اس مقام کا مالک آدمی اپنے ایمان وتذکرے کے ساتھ آخرت میں ایسے وجود کو نہیں دیکھے گا خواہ وہ خوف زدہ کرے یا خوش کرے اپنے اللہ سے محبت کرے گا۔ کیونکہ خوف دلانے والا اور انعامات عطا کرنے والا، اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تو اب وہ اپنے محبوب کی ہر شے سے محبت ہی کرے گا اور یہ تمام مومن کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان و کرم ہے۔ اور دل فطرۃً اپنے محسن کے ساتھ محبت کرتے ہیں اگر انسان پر اس احسان کا مقام واضح ہو جائے تو وہ اس کے علاوہ ہر احسان کو لاشے تصور کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر ایمان کے ساتھ احسان فرمائے اور ان میں سے کردے جن پر ہر شے میں بطور احسان آسانی اور نعمت ہوتی ہے۔

(آمین) و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و سلم

فصل: محبت کا تیسرا مقام

مقام احسان

یہ محبت کا آخری درجہ ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اس کی خاطر کہ جس پر وہ ہے اور اس کی خاطر جس کا وہ اہل ہے۔

یہ مقام احسانی ایسی محبت ہے جو رؤیت ودیدار سے حاصل ہوتا ہے۔

حدیث میں ہے:

الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانك تراہ — احسان یوں عبادت کرنا ہے کہ گویا تو اپنے رب کو دیکھ رہا ہے۔ (بخاری)

معنٰی رؤیت یوں ثابت کیا کہ جب دل، یقین اور عقول و براھین سے مشاہدہ کر لیتا ہے تو اس پر اسماء حسنٰی اور صفات کاملہ کا جمال ظاہر ہوتا ہے تو وہ اس سے محبت کرتے ہیں کیونکہ یہ جمال سے محبت کے اہل ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالی اپنی ذات سے محبت فرماتا ہے اور اس سے ہر وہ محبت کرتا ہے جو اس کا مشاھدہ کر لیتا ہے کیونکہ وہی اس کا اہل ہے اور اس لیے بھی کہ یہ عقلی روحانی لذتوں کی انتہا ہے کیونکہ ہر منفعت اسی کی طرف سے ہے:

فھوالمحبوب بکل وجه وبکل معنی — پس وہی ہر طرح اور ہر وجہ سے محبوب ہے۔

محبت سماعی کا مقام

اور عموماً یہ مقام محبت، محبت سماعی ہے اور یہ نہایت اعلی مقام ہے۔

کیونکہ جب کوئی دوسرے کے بارے میں سنتا ہے کہ وہ کریم ہے اور اس کے خصائل وفضائل اعلیٰ ہیں تو وہ اس کے ساتھ یقیناً محبت کرتا ہے جیسے اب بھی حاتم طائی سے سخاوت کی وجہ سے اور عنترہ سے شجاعت کی وجہ سے محبت کی جاتی ہے حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور انہیں ہم نے دیکھا تک نہیں، اسی طرح صحابہ اور اہل فضل سے محبت ہے۔

باری تعالیٰ نے اپنی شان کے بارے میں خود بھی بیان فرمایا اور اس کے رسولوں نے بھی ہمیں مطلع کیا تو مخلوق اس کی صفات مبارکہ سن کر اس پر ایمان لائی اور اس سے محبت کرنے لگی تو وہ اس سے ایسی محبت کرتے ہیں جس کے بغیر ایمان ثابت نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کے سوا کسی کی معبودیت نہیں مانتے اور اس کے ساتھ اسی کے لیے محبت کرتے ہیں اور اہل توحید کے دل کسی دوسرے کے لئے اُلوہیت ہرگز پسند نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ سبحانہ وحدہ لاشریک سے ہی محبت کرتے ہیں۔

ہر مومن کو محبت کا حاصل ہونا

بحمداللہ ہر مومن کو مقام محبت حاصل ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے صحابی حضرت نعیمان رضی اللہ عنہ کے لئے محبت کو ثابت رکھا حالانکہ ان پر حد جاری ہوئی، ایک آدمی نے ان پر لعنت کی، نبی کریم ﷺ نے اسے منع کرتے ہوئے فرمایا:

انہ یحب اللہ ورسولہ — بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ (البخاری)

ہاں خواہش نفس میں مبتلا ہوااور یہ خالص محبت میں اختلاط ہو گا جس نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر لوگوں کو اس کے عمل سے منع کیا جس میں اس کا وقوع ہوا۔

فضل محبت کا عطا ہونا

یہ مقام اول فرض محبت کا ہے۔ رہا معاملہ فضل محبت کا جو فرض سے زائد ہے تو وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اسی کے ہاتھ میں بسط وقبض ہے۔ اور یہ محبت مشاہدہ جمال اور حسن کمال کے کشف پر نصیب ہوتی ہے جو کسی کامل حسین کو دیکھ لے وہ اس سے خواہ مخواہ محبت کرے گا خواہ وہ اسے چاہے یا نہ چاہے جیسے جن لوگوں نے اس پر آیات ونشانیوں سے استدلال پایا اس کی عبادات میں مستغرق ہو گئے اور جنہوں نے علمی طور پر اسے دیکھا ان کی اس سے محبت، حبّ سماع و ایمان سے زائدہ ہو گی۔ اس میں بلند مقام ان لوگوں کا ہے جن کے نفوس اغیار کی غلامی سے آزاد ہو گئے، ان کے دلوں سے حجابات وپردے اُٹھ گئے اور انہوں نے چہرہ جمیل کے انوار کو ملاحظہ کیا اور انہیں محبت کی آگ کے شعلوں نے جلا کر راکھ کر دیا اور ان کے شوق کی سواری رفرف نے گرتے ڈرتے حضرت جلیل جل جلالہ کی بارگاہ اقدس میں پہنچا دیا اب وہ اس سے محبت ہی کریں گے خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں اور اس کے جمال کے سامنے خشوع ہی اختیار کریں گے۔

جو کسی کے جمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے وہ اس کے سامنے ہیچ و خاشع بن جاتا ہے اور خضوع اور درماندگی محبوب کی عبادت ہے۔ منقول ہے کہ پاکیزہ

ارواح کی زندگی تجلی وستر میں ہے کیونکہ یہ باری تعالی کے معانی اوصاف سے پیدا ہوئے ہیں تو موجودات میں یہ سب سے لطیف اور اشرف ہیں اور یہ اسی مرکز کی طرف لوٹنے کا شوق رکھتے ہیں جہاں سے ان کا ظہور ہوا ہے کیونکہ یہ دار دنیا میں اصلی وطن سے اس مسافر کی طرح ہیں:

قلبه معلق بالوطن حتی ترجع الیه
فلیس لها راحة الا فی لقاه مولاها

جس کا دل اپنے وطن سے معلق رہتا ہو یہاں تک کہ وہ اس کی طرف لوٹ جائے اور اسے اپنے مالک سے ملاقات کے بغیر سکون وراحت ہی نہ ملے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

لا راحة لمؤمن دون لقاء ربه

مومن کو اپنے رب سے ملاقات کے بغیر راحت ہی نہیں ملتی۔

ان ارواح شریفہ کو مقام معرفت اور مقام محبت میں مبارک ملاقات جلدی نصیب ہو جاتی ہے، حدیث صحیح میں ہے:

من تقرب من اللہ شبراً تقرب منه ذراعاً و من تقرب منه ذراعاً تقرب منه باعاً

جو اللہ تعالی کے ایک بالشت قریب آتا ہے اللہ اس کے ایک ہاتھ قریب آتا ہے اور جو اس کے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے وہ اس کے پورا بازو قریب ہو جاتا ہے۔

ہر شے کا بھول جانا

یہ مقربین ہمیشہ اپنے رب کے جمال و کمال کا مشاہدہ کرنے والے ہوتے ہیں وہ اس سے خالصۃً محبت کرتے ہیں ان کے دلوں پر یاد الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے بلکہ خالص محبت انہیں سوائے محبوب کے ہر شے بھلا دیتی ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

من ذاق شيئاً من خالص محبة الله انها ذلك عما سواه

جس نے محبت الٰہی میں سے کوئی شے پالی وہ اسے ماسوا سے مشغول کردے گی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے، میں بندے کے دل کو دیکھتا ہوں اگر میری یاد کا وہاں غلبہ ہو۔

كنت سمعه الذى يسمع به و بصره الذى يبصره به و يده التى يبطش بها و رجله التى يمشى عليها و قلبه الذى يعقل به

تو میں اس کی سماعت ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کا دل ہوجاتا ہوں جس سے وہ سوچتا ہے۔

اس دروازہ سے محبوب ان خصوصی مقامات توحید مثلاً غیبت، حضور، فنا د بقا، میں داخل ہو جاتا ہے، جنہیں مقامات محبت کے بعد ہی پایا جا سکتا ہے۔

محبوب کی یاد کا غلبہ

علامات محبت سے ہے کہ دل واعضاء پر محبوب کی یاد کا غلبہ ہو جاتا ہے اور یاد الٰہی دل کی صفائی کا ذریعہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

ان ھذہ القلوب تصدأ کما یصدأ الحدید — یہ دل بھی لوہے کی طرح زنگ آلود ہوتے ہیں۔

عرض کیا گیا ان کے زنگ کا علاج کیا ہے؟ فرمایا:

ذکر اللّٰہ (مشکوۃ المصابیح: ۲۱۶۸) اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

ذکر دل کو آئینہ کی طرح شفاف کر دیتا ہے، جس میں مقابل آنے والا نظر آتا ہے جب دل خالص محبت سے لبریز اور اس پر یاد کے نور کا غلبہ اسے روشن کر دے تو بلا رکاوٹ چہرے کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس میں محبت کے انوار و تجلیات اس طرح جلوہ گر ہو جاتے ہیں کہ وہ محبوب کو ہی دیکھتا ہے۔ اس کے بارے میں سنتا ہے۔ اس کے ساتھ دیکھتا ہے۔ اور اسی سے ہم کلام ہوتا ہے اسی سے حرکت ہے اور اسی سے سکون پاتا ہے۔ جب حضرت ابرہیم علیہ السلام نے ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف محبت میں ترقی کی تو انہوں نے کہا:

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا (الانعام: ۷۹) — میں اپنے آپ کو اس ذات اقدس کی طرف یکسو کر کے متوجہ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَةً (یونس: ۸۷) — اور اپنے گھروں کو قبلہ بناؤ۔

اہتمام وافتخار سے یاد

حدیث صحیح میں ہے فرمایا: مفردون، کی چال چلو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ مفردون، سے مراد کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

ھم المستھترون بذکر اللہ   جو اللہ کا ذکر اہتمام وافتخار سے کریں۔

(کنز العمال، ۳۰۔۳۹۳)

استھتار، سے مراد مذکور کو ذکر و یاد میں یکتا اور بطور اعزاز وافتخار ماننا ہے خصوصاً جب وہ عظیم القدر اور جلیل واعلیٰ ہو، ہر شے اس کی نسبت حقیر ہو خواہ وہ بھی اپنے مقام پر عظیم ہو تو یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے جلالت قدر اور رفعت عظیمہ کی وجہ سے ہی پیار کرتے ہیں۔

مختلف درجات

ان کے مختلف درجات ہیں۔

پہلا درجہ: ان میں سے پہلا گروہ ان اہل محبت و شوق کا ہے جن کا حال قلق، حزن، رقت، لزوم چوکھٹ، آہ بھرنا اور رونا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے: بہت دفعہ دیکھنے سے ہی طویل غم مل جاتا ہے۔ انہیں حجاب غمگین رکھتا ہے کیونکہ یہ فراق ہے انوار و تجلی ان کے شوق کو گرم رکھتی ہے مگر ان کا عذاب کسی عذاب کی طرح نہیں ہوتا کیونکہ وہ سب سے بڑے محبوب کے جمال سے وابستہ ہوتے ہیں۔

شاعر نے کہا:

ومافی الارض اشقی من محب   وان و جد الھوی حلو المذاق

(روئے زمین پر محبت کرنے والے سے بڑھ کر کوئی پریشان نہیں
اگرچہ وہ میٹھا ذائقہ پاتا ہے)

تراہ باکیاً فی کل حال مخافة فرقه اولا شتیاق

(ہر حال میں رونا اس کا کام ہے کبھی فراق کے خوف کی وجہ سے اور
کبھی شوق ملاقات میں)

دل ونگاہ سے دیکھنے والے کا شان

ایسے لوگ اپنی سواری کو در محبوب پر بٹھا دیتے ہیں، قریب وقبول کرنے والے سے مناجات میں وابستہ ہو جاتے ہیں اس کا کلام سننے اور اس کی خبر کی انتظار کرتے ہیں جب ان پر تجلی کا اظہار ہوتا ہے زندہ ہو جاتے ہیں جب حجاب ہو جائے تو تڑپنے لگ جاتے ہیں کیونکہ ان کا محبوب عظیم ہے جو اس کی تعریف ومدح سنتا ہے۔اسے تمنائے دیدار تڑپا دیتی ہے۔

فکیف بمن راہ بقلبه وابصره کیا حال ہوگا اس ہستی کا جس نے دل
اور سر کی آنکھوں سے اس کی زیارت کا
شرف پایا ہے۔

تیس سال بیت گئے

یہ لوگ اس کے وصال میں قلوب واجسام کے ساتھ عبادت میں اس طرح تمام قوت خرچ کر دیتے ہیں کہ کسی شے کو باقی نہیں رکھتے حتی کہ ان کے اقدام اور جگر پھٹ جاتے ہیں ان کے دل محبوب کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں

عجیب صورت حال ہو جاتی ہے کہ وہ اس کی محبت میں اس قدر مستغرق ہو جاتے ہیں کہ وہ کسی شے کو نہیں دیکھتے، مخلوق کے ساتھ کلام بھی تو دل کے بعض حصہ سے کرتے ہیں ایک تابعی کا قول ہے:

ان لی ثلاثین سنة ما کلمت احداً بجملة قلبه	مجھے تیس سال ہو گئے میں نے پورے دل کے ساتھ کبھی کسی سے کلام نہیں کیا

ان کی تمنا، مولی حق سے وصال اور ان کا عزم مخلوق سے فرار ہوتا ہے تاکہ فراق سے محفوظ رکھا جا سکے۔

وہ محبوب لوگ انہیں روح نسیم کے انعام سے نواز گیا۔

انسهم المغیبون وراء الحجاب والاستار، المکشوف لهم عن الغیب والاسرار لان من قربه شبراً اطلعه علی اسراره واحضره معه من وراء حجبه واستاره	ان کی محبت یہ ہوتی ہے کہ حجاب و پردہ کے پیچھے ہی رہیں غیب واسرار ان پر مکشوف ہوتے ہیں کیونکہ جو بھی ایک بالشت اس کے قریب ہوتا ہے وہ اس کے اسرار سے واقف اور اس کے پردہ اور حجاب میں حاضر رہتا ہے۔

مقام محبوب کہیں بلند ہے

جب ایک بالشت قرب پانے والے کا عالم یہ ہے تو محبوب کا مقام محبت سے بلاشبہ اعلی، اتم اور اعظم ہو گا کیونکہ وہ دو مقامات کا جامع ہے مقام محبت اور مقام محبوب ہاں اگرچہ مقام محبوبیت اس پر غالب ہے جیسا کہ محبت بھی

محبوب ہے لیکن اس پر مقام محبّ غالب ہے، خلت اور اصطفاء کے درجات مقام محبوب کہلاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے سیدنا خلیل اللہ علیہ السلام کو اسرار سے آگاہ کیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ كَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورہ الانعام،۷۵)

اور اسی طرح ہم نے ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں کا مشاہدہ کروایا۔

واضح رہے کہ انہیں آسمانوں اور زمین کے تمام ملکوت دکھائے کیونکہ وہ خلیل اللہ ہیں۔

بعد ذالك مقام الحبیب الذی هوالغالب علی مقام محمد علیه الصلاۃ والسلام ویعطی کل من اهل له علی مقدار ما قسم له معه کان نبیاً او ولیاً

اس کے اُوپر حبیب کا مقام ہے جو مقام محمد علیہ الصلوہ والسلام سے عبارت ہے اور ہر ایک کو اہلیت کے مطابق حصہ ملتا ہے۔خواہ نبی ہو یا ولی۔

خلیل وحبیب میں فرق

خلیل، جس کے دل کے اسرار میں محبت سرایت کر جائے اور اس کے اسرار غیبی ہوں۔

حبیب، جس کے دل کو محبت اپنی کثرت کی وجہ سے ڈھانپ لے اور ان سے مقام اذلال کا ظہور ہو اور وہ ذوالجلال کے ہاں اپنے محبوب کے مرتبے کی وجہ سے قسم اُٹھاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ناامیدی کے مقام پر جب تمام اسباب ختم ہو جائیں گے تو رسول اللہ ﷺ سہارا بنیں گے ۔ان تین مقامات (مقام محب، مقام محبوب مقام حبیب) کے اہل کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے اسے ان کے سوا کوئی نہیں جانتا ۔ایسے بخت والوں کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی محبت سے نفع عطا فرمائے اور ہمارے آخرت میں نتائج واعمال کو ان کا وصف نہ بنائے ۔

فصل : مقام محبت کیسے حاصل ہو؟

یہ مقام محبت، رؤیت سے حاصل ہوا اور یہاں رؤیت عقلی اور علمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دنیا میں آنکھوں سے دیکھا ہی نہیں جا سکتا اور نہ ہی اس سے محسوسات کی طرح محبت کی جا سکتی ہے ۔اس سے روحانی، عقلی، ایمانی یقینی محبت کی جائے گی ۔اس کے جمال کے کوئی مشابہ نہیں اس کے کمال کی مثل کمال نہیں اور اس کی ذات اقدس کا کوئی مکان احاطہ نہیں کر سکتا، تمام زبانیں اس کے اوصاف کا احاطہ نہیں کر سکتیں زمانے گزرنے سے اس پر تغیر نہیں آ سکتا وہ واحد ہے ۔اُلوہیت کے اس درجہ پر فائز ہے ۔جس سے بلند کوئی درجہ متصور ہی نہیں اس سے کم درجہ اس کے لیے نقص ہے ۔تمام مخلوق اس کی عبد ہے ۔ اور اپنے ظاہر و باطن کے حسن و کمال میں اس کی نسبت ناقص ہیں، مقامات اور بلند درجات کے اعتبار سے ان میں تبدیلی آتی رہتی ہے اس طرح ان پر فیض جود وکرامت اور طلب فضل میں ہمیشہ تغیر آتا ہے، علو مراتب اور درجات میں غایات

سے بھی اُوپر ہے وہ تمام جہانوں کا آقا اور تمام مخلوق کا معبود ہے اس کا فیض وجود و کرم مخلوق اور ابدالاباد تک جاری ہے تمام ذرہ سے لے کر اعظم مخلوق تک اس کے تصرف میں ہے، اس نے کمال حکمت کے ساتھ انہیں ترکیب دی ہے وہ تمام موجودات کو ملاحظہ فرماتا ہے خواہ وہ صغیرہ ہیں یا کبیرہ، تمام عوالم اور اشخاص مختلف ہونے کے باوجود زبان حال و قال سے اس کی ثنا کرنے والے ہیں، ہر ایک اپنی اپنی زبان سے اس کی بارگاہ میں حمد میں عجز کا اظہار کر رہا ہے ہر حرکت و سانس میں تمام مخلوق کا ابدالاباد تک یہی حال رہے گا بلکہ ہر دوسرے سانس میں اس کی حمد کثرت سے ہے۔ کیونکہ ہر آن اس کے انعامات مختلف حالات و مقامات میں کثرت سے ہیں وہ ایسا سراپا جمال ہے کہ جمال کی کوئی نوع اس کے مشابہ نہیں وہ ایسا کمال ہے کہ تمام مراتب کمالیہ سے بلند ہے۔ اسے محبوب کیوں نہ بنایا جائے وہ محبوب ہے خواہ شریعت آتی یا نہ آتی اس کے بارے میں جو سنے گا اسے اس سے محبت ہو جائے گی تو اس کا حال کیا ہوگا جس نے اسے اپنے دل سے دیکھا ہے۔

جب دل شریعت سے اس کی صفات سنتے ہیں اور عقل، غور و فکر کرتی ہے تو دل و عقل اس کی بارگاہ اقدس میں جھک جاتے ہیں اور اس سے ٹوٹ کر محبت کرنے لگ جاتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ انہیں بلند فرما دیتا ہے تو محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

من تواضع لله رفعه الله له — جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع کی اللہ تعالیٰ اسے بلندی عطا فرماتا ہے

وہ محبت سے جھکتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں مقام قرب تک بلند فرما دیتا ہے

حجابات اُٹھا دیتا ہے۔وہ محبت کے حوضوں سے جام پی کر میٹھے ٹھنڈے فرات کا ذائقہ پاتے ہیں مستی اور روح کی توانائی پاتے ہیں، اپنے آپ سے فنا اور اُنس کی آنکھوں میں باقی ہوتے ہیں ان کے احوال کثیر اور مخفی ہیں جن تک پہنچنا مشکل ہے ہاں وہ ان میں نہایت مسرور و شاداں ہیں، انہیں اپنا محبوب نعیم جنت سے بھی محبوب ہے۔وہ خصوصی عطاؤں سے نوازے جاتے ہیں جن کی انواع مختلف ہیں۔

تین انواع کا تذکرہ

مگر تین انواع میں وہ جمع ہو جاتے ہیں۔

ا۔محبّ متقرب ۲۔محبوب مقرب ۳۔حبیب محبّ

یہ تمام محبوب، حبیب اور محبّ ہیں مگر ایک دوسرے کے مقامات مختلف ہیں

محبّ۔خوبصورت پرندہ جو شوق کے رفرف پر اُڑتا ہے۔

محبوب، حق کے ساتھ یہ سکون پاتا اور مانوس ہے۔

حبیب۔جو مخلوق کے درمیان ہو لیکن مخلوق کا ہونا، اسے مانوس نہ کرتا ہو اور اس کا نہ ہونا اسے پریشان نہ کر پاتا ہو۔

تجلی کی متعدد صورتیں

انہیں ماسوائے غائب صفات تجلی کے کسی کی حاجت نہیں رہ جاتی۔اللہ تعالیٰ ان پر صرف ایک ہی کی طرح کی تجلی کا اظہار نہیں فرماتا بلکہ کبھی صفت جمال، کبھی شرف کمال، کبھی رفعت و بلندی، کبھی وسعت رحمت، کبھی کمال و شفقت، کبھی عفو و کرم، کبھی صفت جود و احسان، کبھی جمال عدل، کبھی صفت فضل،

کبھی صفت عزت، کبھی صفت غیرت، صفت کبریاء، کبھی عدم مشابہت، کبھی صفت شکر، حمد وثنا، کبھی علم لطیف، کبھی حلم عظیم اور اس طرح دیگر لامحدود معانی اسماء کے اعتبار سے تجلی فرماتا ہے۔ وہ اس کے تمام معانی اسماء حسنٰی میں کمال و محبت اور بے مثال ذوق پاتے ہیں۔ اس کا ہر معنٰی غیر محدود ہے تمام معانی کثیر بھی ہیں اور لامحدود بھی اور اس کی تجلی کا کبھی انقطاع نہیں ہوتا۔

فصل: بندہ کی غلطیاں معاف کرنا

جب بندے سے اس کے مولٰی کا یہ تعلق ہو جاتا ہے تو مولٰی اس کی ہر چیز کو پسند فرماتا ہے۔ اس کی سیئات کو حسنات میں بدل دیتا ہے اور اسے مقامات ہلاکت سے محفوظ کرتا ہے۔ کیا تم اس دنیا میں نہیں دیکھتے کہ محب کبھی اچھا کام نہیں کرتا مگر محبوب اسے پسند کرتا ہے کیونکہ محبوب بھی تو محب ہوتا ہے

اس بارے میں کسی نے کہا:

ویقبح من سواك الفعل عندی فتفعله فیحسن منك ذاكا

(یہ فعل جو تو نے کیا اگر کوئی اور کرتا تو مجھے ناپسند تھا مگر تجھ سے پسند ہے)

اس بارے میں حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

ان اللہ یحب العبد حتی یبلغ من حبه له ان یقول له اصنع ما شئت فقد غفرت لك

اللہ تعالٰی بندے سے محبت فرماتا ہے۔ حتٰی کہ اس کی محبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ وہ اسے فرماتا ہے اب تو جو کچھ چاہے کر میں تجھے معاف فرمادوں گا۔

حضرت حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: مجھے اجازت ہو

وانی اقطع عنقه فانه قد نافق — تو اس کی گردن اُڑا دوں کیونکہ اس نے منافقین والا کام کیا ہے۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہیں علم نہیں اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر نظرِ کرم کرتے ہوئے فرمایا۔

اعلموا ما شئتم فقد غفرت لکم — تم جو چاہو کرو تمہیں معاف فرما دوں گا۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الجہاد)

رسول اللہ ﷺ نے حقیقت ہی بیان کی ہے، محبین اور محبوبین کے بارے میں ایک باریک نکتہ کی طرف محققین نے یوں اشارہ کیا:

استحسان الکون علی العموم دلیل علی صحة المحبة واستحسانه علی الخصوص یؤدی الی حیرة وظلمات — کہ عموم پر کون کا استحسان صحت محبت پر دلیل ہے اور خصوص پر اس کا استحسان حیرت اور تاریکیوں کی طرف پہنچاتا ہے

اعتماد و توکل کا ہونا

جب یہ بات واضح ہو گی تو اہل محبت شاکر اور راضی رہتے ہیں۔ ان کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ تمام اُمور میں توکل، اعتماد تسلیم اور تفویض میں اپنے محبوب کی طرف دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ جب تم عزم کرلو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو محبوب بنالیتا ہے۔ (سورۃ آل عمران۔۱۵۹)

اور اس کا توکل اپنے محبوب کے وعدہ پر مطمئن ہونا ہوتا ہے۔ کیونکہ کوئی بھی اپنے محبوب سے فراق و جدائی نہیں چاہتا اور تفرقہ خود نمائی ہے اور اسباب پر کثرت کے ساتھ نظر رکھنا محب کے دل کو منتشر کرتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد ﷺ سے فرمایا۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلاً اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ ہی کافی کارساز ہے۔ (سورۃ الاحزاب۔۳)

یعنی اپنے تمام اُمور اللہ کے سپرد کر کے سکون پاؤ۔

پھر واضح کیا، مخلوق کا ایک ہی دل ہے اگر وہ دو یا زائد چیزوں کی طرف متوجہ ہوگا تو وہ محبوب سے جدا ہو جائے گا، ارشاد فرمایا:

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ اللہ تعالیٰ نے آدمی کے باطن میں دو دل نہیں بنائے۔ (سورۃ الاحزاب۔۴)

عجیب واقعہ

اس بارے میں یہ عجیب حکایت منقول ہے کہ ایک آدمی کی خوبصورت عورت پر نظر پڑی تو وہ اسے بھا گئی، وہ بار بار اس کی طرف دیکھتا حتیٰ کہ دوسری طرف نظر نہ پھیرتا، اس لڑکی نے اسے کہا، اپنی نظر دوسری طرف پھیر، اس نے

کہا: میں تمام کا تمام تیرے ہی طرف متوجہ ہوں، اس خاتون نے کہا، اگر تیری پچھلی طرف مجھ سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی ہوتو تیرا کیا حال ہوگا؟ اس نے فی الفور پچھلی طرف نظر کر کے دیکھا تو کچھ دکھائی نہ دیا، خاتون نے کہا، سچ، خوب سچ اور جھوٹ' جھوٹ ہی ہوتا ہے۔ تو تو کہتا تھا کہ میری تمام توجہ کا مرکز تو ہی ہے جب اس نے اس خاتون کی طرف دیکھا تو وہ غائب ہو چکی تھی۔

محب' متوکل' معاملات کے سپرد کرنے والے، ماننے والے، تسلیم کرنے والے اور محبوب کی طرف سے عطا کردہ سکون سے مطمئن ہوتے ہیں۔

علم کامل اور معرفت محبوب

ان کے اوصاف میں سے علم کامل اور معرفت محبوب ہے حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ان اللہ علیم محب کل علم و علیم — اللہ تعالیٰ علم والا ہے وہ ہر علم اور علم والے ہی کو پسند فرماتا ہے۔

یہ فعیل کا وزن ہے جو کثرت کے لئے آتا ہے۔

جو مرکز محبت نہیں جانتا

امام الامۃ اور علیم الملۃ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من لا یعرف ما یحب فا نما یمازج نفسہ — جو مرکز محبت کو نہیں جانتا وہ اپنے آپ سے مذاق کرتا ہے۔

اور جہالت قدوس جل جلالہ کے اوصاف سے کہیں بعید ہے۔

اہل محبت ،صاحب عرفان ہوتے ہیں اور معرفت ،کلام حبیب کی آیات میں تدبر اور مصنوعاتِ حکیم میں نظر وفکر سے حاصل ہوتی ہے ان کے دل افکار سے مالامال اور ان کی عقلیں نظر واعتبار سے استغفار بن جاتی ہیں۔

ان میں سے کسی نے کہا:

مررت علی الدیار دیار لیلی   اقبل ذا الجدار وذا الجدارا

فما حب الدیار اثار قلبی   ولکن حب من سکن الدیارا

(میں لیلیٰ کے علاقہ سے گزرا تو میں نے اس کی دیوار کو بوسہ دیا ،اس علاقہ کی محبت دل میں نہ تھی ہاں وہاں سکون پذیر لوگوں سے محبت تھی)

صفت احسان کا ہونا

تو اہل محبت‘ عبرت حاصل کرنے والے‘ تدبر کرنے والے‘ ناظر‘ متفکر‘ عالم اور عارف ہوتے ہیں ان کے اوصاف میں سے احسان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ   اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

(سورۃ المائدہ ۔ ۹۳)

احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کی جائے کہ بندہ اسے دیکھ رہا ہے اور اگر وہ اسے نہیں دیکھ رہا تو اللہ اسے دیکھ رہا ہے دوسرے مقام پر فرمایا:

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ   اللہ تعالیٰ یقیناً احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

(سورۃ العنکبوت ۔ ۶۹)

معیت قرب کا ذریعہ ہے، اور رؤیت حضوری کا، اور مطالعہ، مشاہدہ مکاشفہ' مراقبہ اور صاحب حیا ومجاست اور دیگر اوصاف کا ذریعہ ہے تو محبت والے ہی مراقبہ کرنے والے، حیا، مشاہدہ، حضور، مکاشفہ، مطالعہ اور مجالست والے ہیں جیسے فرمایا:

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (سورۃ القمر: ۵۵) سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

رہتے ہیں اور مجلس میں مخاطب ہمکلام اور اہل انس ہی مانوسیت پاتے ہیں۔

فصل: ملاقات محبوب کی آرزو

ان کے اوصاف میں سے اہم وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ حبیب ودود جل جلالہ کی ملاقات کی آرزو رکھتے ہیں رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

من احب لقاء اللّٰہ احب اللّٰہ لقاءہ (مسلم' باب الدعاء) جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات چاہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات پسند کرتا ہے

تو وہ دنیا اور اہل دنیا سے وحشت محسوس کرتے ہوئے خلوت کی طرف متوجہ رہتے ہیں دنیا میں روٹھے ہوئے مسافروں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں غمزدہ ہو کر اپنے اصل وطن کی طرف راغب رہتے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے:

لا راحۃ لمومن من دون لقاء ربہ اپنے رب سے ملاقات کے بغیر مومن چین پا ہی نہیں سکتا۔

نماز میں ملاقات

اگر اس دنیا میں انہیں نمازوں اور خلوتوں کی وجہ سے اس مبارک ملاقات سے ٹھنڈک حاصل نہ ہوتو ان کی ارواح ان کے اجسام سے جدا ہو جائیں، اورشوق وغم سے ان کے سینے پھٹ جائیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ (سورۃ النحل: ۷۹)

کیا انہوں نے پرندے نہ دیکھے حکم کے باندھے آسمان کی فضا میں انہیں کوئی نہیں روکتا سوا اللہ کے۔

حدیث میں ہے:

انما نسمة المومن طير تعلق من ثمار الجنة (مسند احمد-۴۵۵)

مومن کی روح پرندہ کی طرح جنت کے پھلوں سے معلق رہتی ہے۔

دنیا میں اس مبارک ملاقات کا تذکرہ حضور ﷺ نے یوں فرمایا:

ارحنا بها يا بلال (المجم الکبیر ۵-۳۴۰)

اے بلال نماز کے ساتھ ہمیں آرام پہنچاؤ۔

دوسرے مقام پر یہ فرمایا:

وجعلت قرة عيني في الصلاة (فتح الباری ۱۱-۳۴۵)

نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔

اتباع نبوی ﷺ اور مقام محبوبیت

ان کے اوصاف میں سے احوال، اعمال اور ظاہر و باطن میں حبیب خدا حضرت محمد ﷺ کی اتباع ہے اور آپ ﷺ ہر شے پر اپنے اللہ کو ترجیح دینے

والے اور ہر زندہ کو اپنے مولیٰ کے سامنے حقیر تصور کرنے والے ہیں۔ آپ اس دنیا فانی پر باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دینے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (سورۃ آل عمران ۔ ۳۱)

اے نبی بتا دیجئے اگر تم اللہ سے محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا۔

اس آیت مبارک میں پہلے ان الفاظ سے محبت ثابت کی "اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ" پھر دوسرے الفاظ میں "يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" کے ذریعے بتایا کہ حبیب کی اتباع کی وجہ سے انہیں بطور ثواب پہلی محبت سے کہیں زیادہ محبت نصیب ہو جائے گی۔ محبت پر محبت کا اضافہ اسے شدید بنا دیتا ہے۔ اور جب محبت شدید ہو جائے تو محبت پر اس کے آثار ظاہر اور اس کے نشانات محبوب پر ثابت ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ "يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" میں "با" کو مدغم نہیں کیا بلکہ اسے ساکن رکھا کیونکہ حب سکون واطمینان کا نام ہے یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کی اتباع اور محبت کرنے والے آئمہ اعلام اہل طمانیت وسکون ہوتے ہیں اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔

حضرت جنید کو ترک حرکت پر یوں اعتبار کیا گیا، تو فرمایا:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ (سورۃ النمل: ۸۸)

اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہونگے بادل کی چال۔

اسی طرح اہل معرفت فرماتے ہیں:

لکل حرف وحرکۃ وسکون من حروف القرآن علوم واسرار وفهوم لاتنقضی ابداً	قرآن کے ہر حرف، حرکت اور سکون کے تحت ایسے علوم واسرار اور مفاہیم ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔

ایسے مقام والوں کے اجسام پر ان کی محبت کے احوال واعمال کی قوت کا اظہار ہوتا ہے حتی کہ ان کے اہل محبت ہونے میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ ارشاد باری تعالیٰ کے الفاظ "یُحِبُّهُمُ اللّٰه" بتا رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی طرف کھینچ لیتی ہے اور انہیں اس کے ساتھ نہایت ہی پختہ وابستگی عطا کر دیتی ہے اور یہ ثابت و وقوف ترک حرکت ہے۔ اور یہ جزم ہے جو حرکت کا قطع اور سکون، ہے، درجہ تمکن سے بڑھ کر احوال خلق میں کوئی بلند درجہ نہیں۔

وانما ورثوا ذلك باتباعهم الممکن المکین فی حب رب العالمین محمد سید المرسلین فانه کان احب الخلق فی اللہ و کان اثبت فیَ حبه و ارزن من الجبال الرواسی	یہ درجہ انہیں اس ذات کی اتباع کی وجہ سے ملا جو رب العالمین کی محبت میں مستغرق وفنا ہیں وہ محمد ﷺ سید المرسلین ہیں کیونکہ آپ ﷺ اللہ سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں اور اس کی محبت میں پہاڑوں سے بھی بڑھ کر ثابت قدم ہیں

آپ پر اور آپ کی اتباع کرنے والوں پر تا قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو۔

فصل: پہلے خالق محبت کرتا ہے

سوال: اگر کوئی کہے "یُحِبُّھُمُ اللّٰہ" کے الفاظ، اللہ کے ساتھ مخصوص ہیں اور یہ اللہ کی ان سے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت، مخلوق کی محبت سے جدا ہے۔ حالانکہ تم مخلوق کی محبت میں گفتگو کر رہے ہو۔

جواب: ہم کہتے ہیں کہ بات آپ نے حق کہی اللہ تعالیٰ کی ان سے محبت کا مفہوم یہی ہے کہ وہ انہیں اللہ کی طرف کھینچ لیتی ہے جیسا کہ پہلے گزرا ہے۔ اس محبت سے وہ متاثر ہو کر زیادہ محبت کرنے لگ جاتے ہیں کیونکہ یہ تمام صفات باری تعالیٰ کے مظاہر ہیں۔ بندہ اپنے خالق سے اس وقت تک محبت کر ہی نہیں سکتا جب تک خالق اپنے بندے سے محبت نہ کرے، جب خالق محبت کرتا ہے تو ان کے باطن محبت سے لبریز ہو جاتے ہیں جیسا کہ اس کے بندوں کی مشیت اللہ ہی کی مشیت ہوتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ (سورۃ الانسان، ۳۰) اور وہ نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔

فصل

الفاظ "یُحِبُّھُمُ اللّٰہ" بتار ہے کہ وہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں اور تمام اشیاء فانی سے منقطع ہو کر اس کی طرف اور اس کی محبت میں

مستغرق ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف نکال لیتا ہے اور وہ بندے اس کی خصوصی پناہ اور حفاظت میں آجاتے ہیں، اب وہ اغیار کے قبضہ سے نکل کر فقط اپنے مولیٰ کی محبت میں گرفتار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں خوب عزت سے نوازتا ہے۔ جب وہ کامل طور پر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس مقام پر فائز ہو چکے تو انہوں نے محکم گرہ حاصل کر لی جس کے بعد زوال و خروج کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ "عروۃ الوثقی" میں انفصال وانقطاع نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (سورۃ البقرہ:۲۵۶)

تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں۔

آگے فرمایا:

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (سورۃ البقرہ:۲۵۷)

اللہ ولی ہے مسلمانوں کا انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

خصوصاً انہیں تاریکیوں سے کلی اخراج اور ولایت خاصہ حاصل ہو جاتی ہے اس مقام پر ان کا حال مچھلی اور پانی جیسا ہے۔ حتی کہ اس سے نکلنا ان کی موت اور ہلاکت ہے۔ یاد رہے محبوب محبوبوں سے کب جدا ہوتے ہیں بلکہ وہ تو دیگر مقامات اور اغیار کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے جیسے پانی سے نکالی گئی مچھلی کا معاملہ ہوتا ہے۔

فصل : کامل بندوں کی صفت عدل

سوال : پھر حضرات انبیاء علیہم السلام اور اکابر اولیاء خلق کے ساتھ کیسے رہتے ہیں ؟ پھر ان کے کھانے پینے اور نکاح کا کیا معنیٰ ؟

جواب : اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (سورۃ الحجرات:۹)

اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

ان کامل بندوں کے اوصاف میں قسط (عدل) بھی ہے اور عدل کا معنیٰ

وضع الاشیاء مواضعها التی امر اللہ بها و اعطاء الحق لکل ذی حق

اشیاء کو ان کے مقامات پر رکھنا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اور اس کے مطابق ہر صاحب حق کو حق دینا ہے۔

تو ان بندوں نے مخلوق اور اشیاء کے ساتھ زندگی گزاری اور انہیں استعمال میں لائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالاتر ہے تو ان کا مخلوق میں رہنا ضروری تھا تا کہ ہر صاحب حق کو اس کا حق ملے اور انہیں ظلمات و تاریکیوں سے نکال کر نور حق تک پہنچایا جا سکے۔

فصل: ان کی نیند بھی عروج کا سبب

سوال : یہ اعلیٰ سے اسفل کی طرف نزول و رجوع ہوا جو کہ نقص و انحطاط ہے؟

جواب : یہ کمال میں اضافہ ہے تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ لیا:

وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (سورۃ الحجرات:۹)
اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

حالت عدل میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے محبت نصیب ہو گی پھر انہیں اپنے رب سے خوب محبت ہو گی جو کبھی ان سے جدا نہ ہو گی تو وہ جب بھی مخلوق کو ظلمت سے نور حق کی طرف اور حق کو صاحب حق کی طرف پہنچانے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی ان سے محبت میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔اب محبت کے علاوہ انہیں مشاہدہ بھی حاصل ہو جائے گا اب وہ اس مضبوط رشتہ سے وابستہ ہو گئے ہیں جس میں انقطاع نہیں انہوں نے اس کا ذات کو محبوب بنا لیا ہے جس پر کبھی زوال نہیں آسکتا یہی وجہ ہے اس میں جدائی وانقطاع نہیں ، بعض اوقات ان لوگوں کی غفلت اور نیند ان کے مستقبل کے لئے بلندی کا سبب بن جاتی ہے۔

فصل: حالت محبت میں خوف کا مقام

ممکن و مکین ﷺ (محبت میں سب سے زیادہ ثابت قدم) کی شان میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (سورۃ النجم:۹،۸)
پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اُتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

دنو و قرب میں آپ حق کے ساتھ متمسک ہو گئے اور وہاں سے واپسی پر عطاء حقوق اور مشاہدہ خلق پر ہمیشہ کے لئے فائز ہو گئے اور واپسی پر اگر چہ نیچے آئے مگر بلندی کے ساتھ متمسک رہے۔

کسی محبّ نے خوب فرمایا:

تراك ترثی للذی قلبه　　　معلق فی مخلبی طائر

(دیکھے گا ڈرتے ہوئے اس شخص کو جس کا دل پرندہ کے پنجوں میں معلق ہو)

خصوصاً ہم نے جن محبین کا تذکرہ کیا ہے ان پر یہ خوف طاری رہتا ہے کہ کہیں وہ اپنے محبوب سے جدا نہ کر دیئے جائیں، وہ اس کی بارگاہ میں غیر حاضر نہ رہیں یا کسی اور کی طرف مائل نہ ہو جائیں۔

فهم مع الخلق الماشی حافیاً بین الشوك　　　وہ مخلوق کے ساتھ اس شخص کی طرح ہوتے ہیں جو ننگے پاؤں کانٹوں میں پیدل چل رہا ہو۔

اہل محبت سے بڑھ کر کسی پر خوف زیادہ نہیں ہوتا ہاں حالت محبت میں خوف ہر میٹھی شی سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے۔ وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہیں ان کا محبوب رُوٹھ نہ جائے، کہیں وہ ان سے جدا نہ ہو جائے اگر ان سے خوف ختم ہو جائے تو وہ ہلاک ہو جائیں یہی خوف تو انہیں تمام اشیاء سے دور رکھتا ہے حالانکہ وہ ان کے اندر رہتے ہیں کیونکہ ڈر میں طبعاً خوف کا پہلو ہے خصوصاً جب اہل کمال اور اہل مشاہدہ کی سنگت ہو، سب سے کامل خاتون حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما نزل علی الوحی و انا فی لحاف امرأۃ منکن غیرھا | اے ازواج مجھ پر عائشہ کے علاوہ تم میں سے کسی کے لحاف میں وحی نازل نہیں کی گئی۔

یہ ان کے کمال وفضل کا بیان ہے۔

تو مذکورہ اہل کمال کے پاس ایک دوسرے کی مثل یہ ہوتا ہے۔وہ تمام نہیں چاہتے کہ اپنے محبوب سے جدا ہوں یا آپس میں ناراض ہوں بلکہ ہر ایک دوسرے کو اس کا فیض دیتا ہے جو اس کے پاس ہوتا ہے تا کہ محبت میں اضافہ ہو جب وہ شے کی گئی یا دیکھی گئی وہ اللہ تعالیٰ کے لیے محبوب ہے یا اللہ کے حکم پر یا وہ شے جو دیکھی گئی وہ اللہ کی دشمن اور اللہ کے ہاں ناپسند تو اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کی ملک سے تطہیر اور ازالہ سے کیا جیسے کفر اور وہ بُرائیاں جو تبدیل کی جائیں گی تو فرمایا:

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ (التوبہ:۱۴) | تو ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں۔

انصاف وعدل کا افضل ہونا

اسی طرح عدل وقسط والے جب ہر شی کو اس کا مقام دیتے ہیں تو اس کمال محبت میں کمی کی بجائے اضافہ ہوتا ہے، حدیث میں عادل حاکم کی فضیلت بیان ہوئی کہ وہ درجہ کے اعتبار سے لوگوں میں بلند اور دیگر لوگوں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہوتا ہے، مخلوق انہی کے پیچھے چلتی اور انہی سے فائدہ اُٹھاتی ہے ہاں ان میں اکثر ظالم ہوتے ہیں: حدیث میں ہے:

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ | تم میں سے ہر کوئی ذمہ دار ہے اور تم سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھ ہوگی۔ (الترمذی،۵۔۱۷۰)

لیکن ظلم ہلاکت ہے، سابقہ گفتگو سے واضح ہو گیا کہ راعی اور حاکم کی رعایا جیسے جیسے بڑھتی جاتی ہے اور وہ ان میں انصاف و عدل سے کام لیتے ہوں تو وہ تمام لوگوں سے افضل، اللہ تعالیٰ کے قریب اور محبوب ہو جاتے ہیں۔ یہ خصوصی معرفت کا راز ہے یہاں سے معنیٰ قرب بھی واضح ہو گیا کہ یہ قرب اُلوہیت اور رتبہ اور قرب صفات ہے نہ کہ قرب ذاتی اور مکانی حضور ﷺ کے اس فرمان کا معنیٰ بھی سامنے آ گیا:

ان اللہ خلق آدم علی صورتہ | اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ (مسلم، کتاب البر)

کیونکہ اللہ تعالیٰ "جل جلا لہ" تمام جہانوں سے مستغنی ہے۔ غنا کثرت مال کا نام نہیں غنا نفس کے غنا کا نام ہے۔ اپنی مملکت میں تدبیر اُسے مشغول کر پاتی اور نہ اسے تھکاتی ہے۔ بلکہ وہ اپنا اور مملکت کا مشاہدہ کرتا اور اس میں تصرف فرماتا ہے۔ اس کے ہاں ہر شے کا وجود و عدم برابر ہے۔ اس طرح اس نے اپنے خلفاء اور محبوبوں کو اپنی صفات میں سے کچھ فیض عطا کر رکھا ہے۔ انہیں غنا عطا فرمایا انہیں محبوب بنایا اور ہر شے سے بڑھ کر ان پر توجہ فرمائی کیونکہ وہ اسی محبت میں ہی تو بند ہوتے ہیں پھر انہیں کچھ اشیاء عطا فرمائیں جن کے نفاذ پر وہ اس کے حکم سے متوجہ ہوئے جیسا کہ وہ خود بھی اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے۔ اور یہ تمام اس کا ہے اور اس کی طرف سے ہے یہ

وہ عظیم راز ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں توجہ دلائی:

ان للہ تسعة و تسعین اسماً مائة الا واحدا اللہ و تریحب الوتر من احصاھا دخل الجنة

(مسلم، کتاب الذکر)

اللہ تعالیٰ کے ننانویں اسماء گرامی ہیں، اللہ تعالیٰ وتر ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ جس نے بھی یہ آسمائے مبارکہ پڑھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تو انسانی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے اتصاف اور اتصال حاصل کرنا ضروری ہے۔ سب سے بلند رتبہ پر وہ شخص فائز ہوگا جو اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ سے متصف ہوگا؟ اس مسئلہ میں لوگوں کو اختلاف ہوا اور ان کا یہ اختلاف ہوا کہ غنا اور فقر میں کون افضل ہے؟ لیکن اس نے سراسر خطا کی جس نے ان اموال دنیوی کو فضیلت دی جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں، بعض نے کچھ صحیح کہا اور کچھ غلط، انشاء اللہ ہم اس مسئلہ کے بارے میں حق کو واضح کریں گے تاکہ ہر منصف پر معاملہ آشکار ہو جائے۔

فصل: غنا و فقر کی تقسیم

غنا کی دو اقسام ہیں اسی طرح فقر کی بھی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: غنا کی قسم اول غنا نفس ہے۔

دوسری قسم :اس کے پاس کثرت کے ساتھ مال مفتوحہ اور مملوکہ ہو اور اس میں اسے خوب تصرف حاصل ہو، کامل درجہ پر غنا فقط الٰہ حق کو حاصل ہے کہ وہ تمام عالمین سے مستغنی ہے اور اس قدر اس کے مملوکات ہیں جو شمار نہیں کیے جا سکتے اور ان کی کثرت کی آبد الاباد تک کوئی انتہا نہیں۔

لہذا وہ تمام کا رب العالمین اور تمام ملک و خلق کا مالک ہے۔وصف نفسانی جو غنا نفس ہے وہ کائنات کے وجود سے پہلے،وجود کے بعد اور ان کے اعدام کے بعد ابدالآباد تک انہیں پیدا کرنے والا ہے حق رب العالمین کے غنا کو لازم ہے۔

دوسری قسم ملک غنی میں مملوکات کا پایا جانا ہے۔ تو اللہ غنی کے حق میں اس کا وجود و عدم برابر ہے۔نہ ان سے اسے غنا ہے اور نہ اس کا وہ محتاج ہے اگر وہ اسے معدوم کر دے۔

بلکہ وہ دونوں ایسی اشیاء ہیں جنہیں ایک دوسری پر ترجیح نہیں جب مذکورہ بات سمجھ آ گئی تو اس سے یہ ارشاد نبوی ﷺ بھی سمجھ آ جائے گا۔

ليس الغنى عن كثرة العرض انما الغنى غنى النفس	غنا کثرت مال کا نام نہیں غنا تو غنا نفس کا نام ہے۔

کیونکہ ”لیس“ عربی زبان میں نفی کے لئے آتا ہے اور ”انما“ بھی حصر کے لئے ہے۔جیسا کہ فرمایا:

إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ النساء،۱۷۱) فقط اللہ ہی معبود واحد ہے۔

وہ عظیم راز ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں توجہ دلائی:

ان للہ تسعة و تسعین اسماً مائة الا واحدا اللہ و تریحب الوتر من احصاھا دخل الجنة

(مسلم، کتاب الذکر)

اللہ تعالیٰ کے ننانویں اسماء گرامی ہیں، اللہ تعالیٰ وتر ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ جس نے بھی یہ آسمائے مبارکہ پڑھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تو انسانی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے اتصاف اور اتصال حاصل کرنا ضروری ہے۔ سب سے بلند رتبہ پر وہ شخص فائز ہوگا جو اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ سے متصف ہوگا؟ اس مسئلہ میں لوگوں کو اختلاف ہوا اور ان کا یہ اختلاف ہوا کہ غنا اور فقر میں کون افضل ہے؟ لیکن اس نے سراسر خطا کی جس نے ان اموال دنیوی کو فضیلت دی جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں، بعض نے کچھ صحیح کہا اور کچھ غلط، انشاء اللہ ہم اس مسئلہ کے بارے میں حق کو واضح کریں گے تاکہ ہر منصف پر معاملہ آشکار ہو جائے۔

فصل: غنا و فقر کی تقسیم

غنا کی دو اقسام ہیں اسی طرح فقر کی بھی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: غنا کی قسم اول غنا نفس ہے۔

دوسری قسم :اس کے پاس کثرت کے ساتھ مال مفتوحہ اور مملوکہ ہو اور اس میں اسے خوب تصرف حاصل ہو، کامل درجہ پر غنا فقط اللہ حق کو حاصل ہے کہ وہ تمام عالمین سے مستغنی ہے اور اس قدر اس کے مملوکات ہیں جو شمار نہیں کیے جا سکتے اور ان کی کثرت کی آبد الاباد تک کوئی انتہا نہیں۔

لہٰذا وہ تمام کا رب العالمین اور تمام ملک وخلق کا مالک ہے۔ وصف نفسانی جو غنا نفس ہے وہ کائنات کے وجود سے پہلے، وجود کے بعد اور ان کے اعدام کے بعد ابدالآباد تک انہیں پیدا کرنے والا ہے حق رب العالمین کے غنا کو لازم ہے۔

دوسری قسم ملک غنی میں مملوکات کا پایا جانا ہے۔ تو اللہ غنی کے حق میں اس کا وجود و عدم برابر ہے۔ نہ ان سے اسے غنا ہے اور نہ اس کا وہ محتاج ہے اگر وہ اسے معدوم کر دے۔

بلکہ وہ دونوں ایسی اشیاء ہیں جنہیں ایک دوسری پر ترجیح نہیں جب مذکورہ بات سمجھ آ گئی تو اس سے یہ ارشاد نبوی ﷺ بھی سمجھ آ جائے گا۔

لیس الغنی عن کثرۃ العرض انما الغنی غنی النفس — غنا کثرت مال کا نام نہیں غنا تو غنا نفس کا نام ہے۔

کیونکہ ”لیس“ عربی زبان میں نفی کے لئے آتا ہے اور ”انما“ بھی حصر کے لئے ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ النساء، ۱۷۱) فقط اللہ ہی معبود واحد ہے۔

وہ عظیم راز ہے جس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس ارشاد گرامی میں توجہ دلائی:

ان للہ تسعة و تسعین اسماً مائة الا واحدا اللہ و تریحب الوتر من احصاھا دخل الجنة

(مسلم، کتاب الذکر)

اللہ تعالیٰ کے ننانویں اسماء گرامی ہیں، اللہ تعالیٰ وتر ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ جس نے بھی یہ اسمائے مبارکہ پڑھے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

تو انسانی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اوصاف سے اتصاف اور اتصال حاصل کرنا ضروری ہے۔ سب سے بلند رتبہ پر وہ شخص فائز ہوگا جو اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ سے متصف ہوگا؟ اس مسئلہ میں لوگوں کو اختلاف ہوا اور ان کا یہ اختلاف ہوا کہ غنا اور فقر میں کون افضل ہے؟ لیکن اس نے سراسر خطا کی جس نے ان اموال دنیوی کو فضیلت دی جو اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والے ہیں، بعض نے کچھ صحیح کہا اور کچھ غلط، انشاء اللہ ہم اس مسئلہ کے بارے میں حق کو واضح کریں گے تاکہ ہر منصف پر معاملہ آشکار ہو جائے۔

فصل: غنا و فقر کی تقسیم

غنا کی دو اقسام ہیں اسی طرح فقر کی بھی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: غنا کی قسم اول غنا نفس ہے۔

دوسری قسم :اس کے پاس کثرت کے ساتھ مال مفتوحہ اور مملوکہ ہو اور اس میں اسے خوب تصرف حاصل ہو، کامل درجہ پر غنا فقط اللہ حق کو حاصل ہے کہ وہ تمام عالمین سے مستغنی ہے اور اس قدر اس کے مملوکات ہیں جو شمار نہیں کیے جا سکتے اور ان کی کثرت کی آبد الاباد تک کوئی انتہا نہیں۔

لہٰذا وہ تمام کا رب العالمین اور تمام ملک وخلق کا مالک ہے۔ وصف نفسانی جو غنا نفس ہے وہ کائنات کے وجود سے پہلے، وجود کے بعد اور ان کے اعدام کے بعد ابدالآباد تک انہیں پیدا کرنے والا ہے حق رب العالمین کے غنا کو لازم ہے۔

دوسری قسم ملک غنی میں مملوکات کا پایا جانا ہے۔ تو اللہ غنی کے حق میں اس کا وجود و عدم برابر ہے۔ نہ ان سے اسے غنا ہے اور نہ اس کا وہ محتاج ہے اگر وہ اسے معدوم کر دے۔

بلکہ وہ دونوں ایسی اشیاء ہیں جنہیں ایک دوسری پر ترجیح نہیں جب مذکورہ بات سمجھ آ گئی تو اس سے یہ ارشاد نبوی ﷺ بھی سمجھ آ جائے گا۔

لیس الغنی عن کثرۃ العرض انما الغنی غنی النفس — غنا کثرت مال کا نام نہیں غنا تو غنا نفس کا نام ہے۔

کیونکہ "لیس" عربی زبان میں نفی کے لئے آتا ہے اور "انما" بھی حصر کے لئے ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

اِنَّمَا اللّٰہُ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ النساء، ۱۷۱) فقط اللہ ہی معبود واحد ہے۔

یعنی اُلوہیت ووحدانیت، اللہ ہی کے لئے ثابت ہے نہ کہ کسی غیر کے لئے۔

تو غنا حقیقت میں غنا نفس ہی ہے اور اسباب غنا وفقر، باری تعالیٰ کے حق میں دونوں برابر ہیں کیونکہ فقر عدم اسباب ہے تو ان کا وجود وعدم اللہ تعالیٰ کے حق میں برابر ہے ایک عارف نے اس طرف اشارہ کیا لیکن دوسرا نہ سمجھا تو اس نے مجھے کہا، غنا فقر سے افضل ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس سے دوسرے نے کہا پھر تو اللہ اسباب کے ساتھ غنی ہے تو مقابل بالکل خاموش ہو کر رہ گیا۔

فصل

اسی شبہ کی بنا پر عالم کو قدیم کہنے والوں کو کافر قرار دیا گیا کیونکہ وہ کہتے ہیں تمام اشیاء جو معلومات باری تعالیٰ ہیں ان کا تعلق اس کے ساتھ ایسا ہے جیسے علت کا معلول اور سایہ کا ذات کے ساتھ ہوتا ہے تو اگر وہ علت، معلول سے جدا ہو جائے تو اس کی صفات میں نقص لازم آئے گا تو اب وہ ان اشیاء کے بغیر کامل نہ ہو گا اور فقر کو جب انہوں نے اللہ کی صفت بنا دیا تو گویا اللہ تعالیٰ کا غنا اسباب کی وجہ سے ہو گا تو وہ ان سے مستغنی نہ ہوا۔

حضور ﷺ نے انہیں غلط قرار دیتے ہوئے فرمایا:

کان اللہ ولا شئی معہ (البخاری) اللہ تعالیٰ موجود تھا اور اس کے ساتھ کوئی شئی نہ تھی۔

تو آپ ﷺ نے تمام اشیاء سے غنی حمید ''جل جلالہ'' کا مستغنی ہونا بیان فرما دیا۔

دوسری روایت میں ہے:

کان اللہ ولم یکن شیء غیرہ — اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے علاوہ کوئی شی نہ تھی۔ (السنن الکبری، ۹۔۳)

تو آپ نے وجود اغیار سے نفی غنا عزیز جبار کی، ان کے وجود سے پہلے کی اور جب اس نے غنا عرضی کو عدم سے وجود دیا اور مملوکات کو جمیع موجودات کی صورت میں وسعت دی اور ان پر عبادت لازم فرمائی تو واضح کر دیا کہ اس کی ذات ان سے اور ان کی عبادت سے مستغنی ہے۔ فرمایا:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ — اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔ (سورۃ العنکبوت:۶)

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا — اللہ تعالیٰ غنی وحمید ہے۔ (سورۃ النساء ۱۳۱)

یعنی وہ اپنے اموال میں اسی طرح ہے جیسے نبی ﷺ نے فرمایا:

کان اللہ ولم یکن شیء غیرہ — کہ اللہ تھا اور اس کے علاوہ کوئی شے نہ تھی

پھر فرمایا:

وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا — اللہ تعالیٰ غنی وحمید ہے۔ (سورۃ النساء ۱۳۱)

یہ ارشاد ایجاد اشیاء سے پہلے اس کے قدیم ہونے پر شاھد ہے اور پہلی آیت میں غنا نفس کا اپنے لیے اثبات کیا، تو فرمایا:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ

(سورۃ العنکبوت:۶)

اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔

یہ وقت کی طرف اشارہ ہے تو اپنی ذات کی طرف سے غنی ہونا ثابت ہے تو اب اس کے ہاں وجود وعدم یکساں ٹھہرے۔اب وہ کامل طور پر غنی ہوگا۔

اب مخلوق میں سے جس میں یہ وصف ہوگا اور اس کے ہاں شی کا عدم و وجود برابر ٹھہرے گا حقیقتاً اس کا فقر وغنا کامل ہوگا۔

فصل: آخرت کے غنی

سوال: کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

جواب: ہاں یہ وصف باعتبار کمال ہوگا مگر ان لوگوں میں جو نہایت ہی منتخب اور کامل ہونگے، اب مفہوم یہ ہوگا کہ آخرت کا غنی اس کے فقیر سے افضل ہوگا اور آخرت والے جنت کے بادشاہ ہونگے۔اہل جنت، آخر میں داخل ہونے والے فقیر اور پہلے داخل ہونے والے غنی ہونگے اور ابدالوں کے بارے میں آیا ہے وہ جنت کے بادشاہ ہونگے۔

فصل: دیدار پانے والے غنی

اہل جنت میں سے سب سے غنی وہ ہونگے جو ملکیت کے لحاظ سے زیادہ اور طاقت و تصرف کے لحاظ سے بڑے ہونگے اور ان سے بڑھ کر غنی وہ ہونگے جو زیارت الٰہی کے علاوہ کسی کو نہ چاہیں گے،ان کا سب سے بڑا شوق و ذوق اور لالچ اس ذات اقدس کا مشاہدہ ہوگا جس کی کوئی مثل نہیں اور وہ حورو قصور کے معاملات اور منافع سے بالاتر ہونگے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ذات اقدس کا وہ مشاہدہ عطا فرماتے ہیں جس کی مثل متصور نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اسے کسی شی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

فصل

جب اللہ تعالیٰ نے قضا حقوق و حاجات کے لیے انہیں دوسروں پر مقرر کیا اور انہیں عطا کردہ چیزیں دکھائیں، ممالک اور شہروں سے غنی کیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ اسی میں اس کی رضا ہے تو انہوں نے اس کی رضا کی پیروی کی گویا انہیں زیادہ مشاہدہ حاصل ہوگیا تو اب جس طرح ان پر ان کے مالک نے انعامات کیے وہ مخلوق پر کرتے ہیں وہ اس حال میں اشیاء کے ساتھ رہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تھا، وہ موحد تھے اور جانتے تھے کہ ہر شی کا نفاذ، اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے اور وہ کسی بھی معاملہ میں اس سے مخفی نہیں تو وہ دنیاوی اشیاء میں رہتے ہوئے ان سے جدا رہے، رسالت مآب ﷺ نے

یہ ارشاد ایجاد اشیاء سے پہلے اس کے قدیم ہونے پر شاھد ہے اور پہلی آیت میں غنا نفس کا اپنے لیے اثبات کیا، تو فرمایا:

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ

(سورۃ العنکبوت:۶)

اور جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کو کوشش کرتا ہے بے شک اللہ بے پرواہ ہے سارے جہان سے۔

یہ وقت کی طرف اشارہ ہے تو اپنی ذات کی طرف سے غنی ہونا ثابت ہے تو اب اس کے ہاں وجود وعدم یکساں ٹھہرے۔اب وہ کامل طور پر غنی ہوگا۔

اب مخلوق میں سے جس میں یہ وصف ہوگا اور اس کے ہاں شی کا عدم و وجود برابر ٹھہرے گا حقیقتاً اس کا فقر وغنا کامل ہوگا۔

فصل: آخرت کے غنی

سوال: کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

جواب: ہاں یہ وصف باعتبار کمال ہوگا مگر ان لوگوں میں جو نہایت ہی منتخب اور کامل ہونگے، اب مفہوم یہ ہوگا کہ آخرت کا غنی اس کے فقیر سے افضل ہوگا اور آخرت والے جنت کے بادشاہ ہونگے۔اہل جنت، آخر میں داخل ہونے والے فقیر اور پہلے داخل ہونے والے غنی ہونگے اور ابدالوں کے بارے میں آیا ہے وہ جنت کے بادشاہ ہونگے۔

فصل: دیدار پانے والے غنی

اہل جنت میں سے سب سے غنی وہ ہونگے جو ملکیت کے لحاظ سے زیادہ اور طاقت وتصرف کے لحاظ سے بڑے ہونگے اور ان سے بڑھ کر غنی وہ ہونگے جو زیارت الٰہی کے علاوہ کسی کو نہ چاہیں گے، ان کا سب سے بڑا شوق و ذوق اور لالچ اس ذات اقدس کا مشاہدہ ہوگا جس کی کوئی مثل نہیں اور وہ حورو قصور کے معاملات اور منافع سے بالاتر ہونگے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی ذات اقدس کا وہ مشاہدہ عطا فرماتے ہیں جس کی مثل متصور نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اسے کسی شی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

فصل

جب اللہ تعالیٰ نے قضا حقوق وحاجات کے لیے انہیں دوسروں پر مقرر کیا اورانہیں عطا کردہ چیزیں دکھائیں، ممالک اورشہروں سے غنی کیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ اسی میں اس کی رضا ہے تو انہوں نے اس کی رضا کی پیروی کی گویا انہیں زیادہ مشاہدہ حاصل ہوگیا تو اب جس طرح ان پر ان کے مالک نے انعامات کیے وہ مخلوق پر کرتے ہیں وہ اس حال میں اشیاء کے ساتھ رہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تھا، وہ موحد تھے اور جانتے تھے کہ ہرشی کا نفاذ، اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے اوروہ کسی بھی معاملہ میں اس سے مخفی نہیں تو وہ دنیاوی اشیاء میں رہتے ہوئے ان سے جدا رہے، رسالت مآب ﷺ نے

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! اللہ تعالیٰ نے تمہیں غلام ازواج اور اہل عطا فرمائے ہیں یہ تمہیں تمہارے رب سے غافل نہ کردیں۔ جیسے اسی مفہوم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رایت ربی فی احسن صورة   میں نے اپنے رب کو بہت ہی خوبصورتی میں دیکھا۔

یعنی حسن صورت نے مجھے مصور سے مشغول نہ کیا تو جنت میں غنا کامل یہ ہے کہ جب دیکھنے کی تمنا ہو تو زیارت ہو جائے اور کوئی شی رکاوٹ نہ بنے کیونکہ ان کی آنکھیں دنیا کی ہر شی میں نافذ اور بیدار تھیں۔

سب سے غنی

آخرت میں بھی سب سے بڑے غنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہونگے پھر انبیاء پھر اولیاء پھر حسب درجہ حتی کہ آخر میں، جنت میں داخل ہونے والا غنی۔

بلاشبہ آخرت کا غنی، فقیر سے افضل ہوگا، فقیر کا درجہ اس سے کم ہوگا اور جو درجہ کے اعتبار سے اس کی مملکت میں عظیم، قوت میں زیادہ اور دیدار بھی نصیب ہوگا۔ حتی کہ سب سے اُونچے درجہ والے کا مقام سب سے بڑھ کر ہوگا۔

اصل اور حقیقت میں آخرت میں اہل دوزخ فقیر ہونگے کیونکہ وہ عذاب دینے والے فرشتوں کے قبضہ میں ہونگے اور اس کے سامنے بے بس ہونگے اور وہ کسی شی کے مالک نہ ہونگے اور انہیں کوئی شی بھی نہیں، دی جائے گی نہ قلیل اور نہ کثیر بلکہ تمام اشیا ان کے مخالف ہوں گی، انہوں نے اپنے رب کو کھو

دیا، اس طرح جنت اپنی ذات، اہل بلکہ ہرشی کو کھو دیا تو یہ لوگ کسی لحاظ سے بھی اہل غنا میں سے نہ ہونگے اور اُخروی فقر سراسر شر ہی ہو گا۔

فصل: فقر و زہد انبیاء کا طریقہ

رہا دنیا کا معاملہ تو یہ عبادت کے لئے پیدا کی گئی ہے لذت وعیش پرستی کیلئے اس کی تخلیق نہیں ہوئی اس لیے کہ یہ اللہ تعالی اور دار آخرت سے انسان کا تعلق ختم کر دیتی ہے تو دنیا میں فقر و زہد ہی بلا شبہ افضل ہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ و شعار ہے۔

ولا عبادة افضل من فقر الی اللہ — اللہ تعالیٰ کا فقیر ومحتاج بن جانے سے افضل کوئی عبادت نہیں۔

جو آدمی اس معاملہ سے جاہل ہو کر اس کے خلاف بات کرتا ہے وہ اعلانیہ اپنی دنیوی محبت کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو نبی عبد اور نبی ملک بننے میں بھی اختیار دیا گیا تو آپ ﷺ نے عبدیت اور فقر کو غنا پر ترجیح دیتے ہوئے اختیار کیا، آپ ﷺ کے اس عمل کے بعد کون کلام کر سکتا ہے، اللہ تعالی کی طرف سے جو نبی یا رسول ﷺ آئے انہوں نے دنیا سے بچنے اور اس سے زہد کا سبق دیا کسی ایک نے بھی دنیا کی رغبت اور اس کی کثرت کی بات نہیں کی بلکہ تمام نے اس کی محبت کو ہر گناہ کی جڑ قرار دیا اب اس کے بعد کون اس کے خلاف بات کر سکتا ہے۔

فصل: خالق سے دوری مذموم ہے

سوال: جو کچھ پہلے تم نے خلفاء اور حکام کے بارے میں لکھا پھر اس کا معاملہ کیا ہو گا؟

جواب: واضح ہے کہ لوگوں کو یہی شبہ عارض ہوتا ہے۔ حالانکہ ہم بتا چکے کہ یہ جنت ہی کا معاملہ ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ دنیوی غنا، دنیا کا ختم ہونے والا مال ہے بخلاف آخرت کے، وہاں کی اشیاء مالک کے قبضہ میں ہمیشہ رہنے والی ہیں۔ ان اشیاء اور غنا میں ہمیشہ اضافہ ہوتا رہے گا آخرت میں ملکیت بڑھے گی نہ ختم ہو گی اور نہ ہی کم، دنیوی غنا اور اموال عارضی ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر آدمی انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرے بلکہ بچا کر رکھے تو اس کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اگر آدمی دنیاوی دولت سے فقر اختیار کرے تو وہ قابل ستائش ہے۔ دنیاوی مال جب آدمی خرچ کرتا ہے اور اسے روک کر نہیں رکھتا تو اس کی مدح ہوتی ہے تو یہ مدح اس کے خرچ کرنے پر ہو رہی ہے نہ کہ مال جمع کرنے پر اور نہ ہی انسان کی خواہشات کے حصول اور اس کی وسیع لذتوں پر مدح کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ یہ تو اللہ تعالی اور آخرت سے دور لے جانے والی ہیں اور جو بھی چیز اپنے خالق سے دور کر دے وہ مذموم ہوتی ہے۔ جب دنیا میں ہم کسی اچھے حاکم کو دیکھتے ہیں تو اس کا حال بھی فقر اور اس کی زندگی بھی فقراء کی طرح ہو گی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ دیا گیا ہے یہ بطور آزمائش ہے۔ اس کا وہ اس طرح مالک نہیں جیسے اہل جنت مالک ہونگے کیونکہ اہل جنت حقیقۃً مالک ہونگے اور ان کی

ملکیت سے کوئی شی واپس نہ لی جائے گی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا فرمان ہے:

لیس لك من مالك الا ما اكلت	تمہارا مال وہی ہے جو تم نے کھا لیا
فافنیت اولبست فابلیت او تصدقت	تو وہ فنا ہو گیا یا تم نے پہن لیا تو وہ
فامضیت وما سوی ذلك فللوارث	پُرانا ہو گیا یا تم نے صدقہ کر کے
	آگے بھیج دیا اس کے علاوہ تمام مال
	ورثا کا ہوتا ہے۔

تو دنیاوی مال اہل دنیا کے پاس عارضی اور بطور آزمائش ہے تو حکمران کا مال تو فقراء والا ہوا اگرچہ وہ بظاہر غنی ہے کیونکہ وہ تو خزانچی اور امین ہے۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے دنیا میں سب سے غنی بادشاہ ہوتے ہیں لیکن ان کے پاس جو مال و دولت ہوتا ہے اس کے بارے یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ ان کا مال ہے بلکہ اسے بیت المال یا مسلمانوں کا مال کہا جاتا ہے اگر مال کھائے گا اور اپنے ذاتی مقاصد کے لئے خرچ کر کے اسے ضائع کر دے گا تو بعض اوقات ایسے حکمران پر فقر کا اضافہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ بیت المال کے علاوہ لوگوں سے دیگر اموال بھی حاصل کر لیتا ہے تو غور کیجئے یہاں فضیلت کہاں ہے؟

جب آدمی کو اس قدر غنا حاصل ہو کہ وہ لوگوں کے حقوق غصب نہ کرے جو سراپا پلیدی ہے ورا پنے آپ کو عدل کے مقام پر رکھتے ہوئے ہر صاحب حق کا حق دے تو یہ غنی کی صورت میں صاحب فقر ہے جیسے انبیاء علیھم السلام اور خلفاء، اسی طرح وہ لوگ بھی فقرا صادقین میں سے ہوتے ہیں جن کے پاس کچھ نہیں ہوتا اور وہ قناعت و عدم سوال کی وجہ سے بصورت اغنیاء رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (البقرہ:۲۷۳)

ان فقیروں کے لیے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب۔

اس شخص کو جاہل قرار دیا گیا جو ایسے لوگوں کو غنی سمجھے اور ان کے فقر سے غافل رہے۔

فصل: عمر دنیا آخرت کے مقابل سانس بھی نہیں

ہم نے حکمرانوں کو دنیا میں فقیر کہا کیونکہ دنیا دار صابر ہے اور صبر کرنا کڑوا اور سراپا مشقت ہے یہ اپنے آپ کو دنیا کی ان کثیر لذتوں سے روکے رکھتے ہیں جس سے اہل دنیا محظوظ ہوتے ہیں، اپنی رعایا اور ان کے اموال حساب و کتاب کا خوف و ڈر رکھتے ہیں ذکر موت اور اس دنیا کے انتقال سے لذت پاتے ہیں اور اس بات سے ہر وقت روتے اور ڈرتے ہیں کہ یہ دنیا ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ اور دار آخرت سے منقطع نہ کر دے تو جن کا یہ حال ہو وہ فقیر اور مسکین ہی ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز کی خشیت الٰہی

منقول ہے حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ سے جماع کرتے تو ان کی اہلیہ کا سینہ ان کی خشیت الٰہی کے خوف کی آنسو سے تر ہو جایا کرتا،

حالانکہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے خلیفہ تھے تو یہ بصورت غنی، فقیر اور بصورت ملک، مسکین تھے اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام واکابر اولیاء وعلماء اس دنیا میں حکمران رہے مگر حکومت ان کا تعلق اللہ تعالیٰ اور دار آخرت سے ختم نہ کرسکی تو ان کا حال فقر ہی تھا یہ فقیر ہی رہے حتیٰ کہ دار غنا تک پہنچ گئے۔

دنیا کی جنت مچھر کا پر

اس تمام گفتگو کے بعد سب سے عجیب تر یہ بات ہے کہ اول سے لے کر آخر تک تمام دنیا و مافیہا کا درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر سے بھی کم ہے اور اس دنیا کی عمر آخرت کی عمر کے مقابلہ میں اس ایک سانس سے بھی کم ہے جو تقسیم نہ ہو سکے اس کے بعد بتایئے دنیا اور اس کے تمام احوال کو فقر کا نام دینا بہتر ہے یا غنا کا؟

فصل: دنیا پرست کی ہلاکت

جو شخص دنیا کی خواہشات میں مست ہو گیا، بخیل بن گیا اسے خرچ نہ کیا تو وہ ہلاک ہو گیا ایسے آدمی کا حال مت پوچھو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ (البقرۃ:۱۹۵)

اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

آیت مبارکہ راہ خدا میں خرچ نہ کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تو مال روکنے والے اور خرچ نہ کرنے والے کو ہلاک و برباد قرار دیا گیا اور اگر کوئی تکبر اور سرکشی کی بنا پر مال کو روک کر رکھتا ہے تو اس کے لئے خسران ہی ثابت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى (العلق،٦۔٧) ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اس نے اپنے آپکو غنی سمجھ لیا۔

تو ہر لحاظ سے دنیا کا فقر، غنا سے احسن وافضل ٹھہرا۔

اگر تم اس میں مزید تفصیل چاہتے ہو تو سنیئے۔

فقر کی دو اقسام

غنا کی طرح فقر کی دو اقسام ہیں۔فقر مالی، فقر نفسانی۔

فقر الی اللہ اور غنا باللہ دونوں ایسے بھائی ہیں جو آپس میں جدا نہیں ہو سکتے اور نہ ہی یہ ایک دوسرے پر ترجیح پا سکتے ہیں اور فقر الی الخلق اور غنا بالخلق دونوں ایسے بھائی ہیں نہ تو جدا ہو سکتے ہیں اور نہ ایک دوسرے پر راجح ہو سکتے ہیں مال کی طرف دل کے میلان کے مطابق غنا ہو گا اور رب کی طرف فقر کے مطابق غنا ہو گا۔

تو دو محمود اور دو مذموم ہیں۔

دنیاوی مال کے ساتھ غنا، اللہ تعالی سے استغنا پیدا کرتا ہے کیونکہ صاحب مال باغی بن جاتا ہے۔اور باغی اللہ تعالی سے مستغنی ہو جاتا ہے۔اور بندہ مال کا اور محتاج ہو جاتا ہے۔کیونکہ اس کے دل میں اضافہ مال کی طلب پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔اور وہ "ھل من مزید" کے نعرے لگاتا ہے۔اللہ کو بھلا دینے والے فقر اور سرکشی بتانے والے غنا سے ان دونوں سے اللہ تعالیٰ پناہ عطا فرمائے

بخلاف اللہ کے فقیر کے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہی غنی ہوتا ہے ان میں سے پہلا بالاجماع ممدوح اور دوسرا مذموم ہے۔

ہم فرض کرتے ہیں ایک غنی باغی اور ظالم ہے وہ اپنے مال، نفس اور ساتھیوں کی مدد سے ظلم سے باز نہیں آتا اسی طرح ایک فقیر مفسد ہے۔وہ فقر کی وجہ سے طلب مال میں چوری، لڑائی اور فساد سے باز نہیں آتا۔تو اب ان دونوں میں سے باغی غنی، گناہ کے اعتبار سے زیادہ مجرم ہے کیونکہ وہ ایک گھڑی میں اس قدر اُمت پر ظلم اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرسکتا ہے کہ فقیر فسادی ساری عمر ایسا نہیں کرسکتا تو غنی، فقیر سے بدتر ہوا۔

انبیاء علیہم السلام کا دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز نہ ہونا

پھر ہم ایک صالح غنی فرض کرتے ہیں جو اپنے مال کے ساتھ نیکی بجا لاتا ہے اور ایک صالح فقیر ہے جو اپنے رب کی طرف متوجہ و موصل ہے ایک مال سے بہرہ ور ہے جبکہ دوسرا قلت مال پر صابر ہے۔ایک انبیاء علیہم السلام کے زیادہ قریب ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام دنیاوی نعمتوں اور خواہشات سے کم ہی لطف اندوز ہوتے ہیں وہ تو صرف ان سے گزارہ کی مقدار حاصل کرتا ہے

پھر رسالت مآب ﷺ نے فرمایا:

ان عبید اللہ لیسوا بالمنعمین — اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندے دنیاوی نعمتوں سے لطف اندوز نہیں ہوتے

بلاشبہ دار عبادت (دنیا) میں عبودیت ہی افضل ہے ہاں آخرت میں صاحب

ثروت ہونا افضل ہے۔تو جو انبیاء علیہم السلام کے زیادہ مشابہ ہے وہی افضل ٹھہرے گا۔ ایک کا صرف محاسبہ جبکہ دوسرے کا محاسبہ مع منافشہ ہوگا ایک پہلے جنت میں جبکہ دوسرا بعد میں جائے گا۔پہلے جانے والا مقرب ہے اور مقرب کا درجہ متاخر سے بلاشبہ بلند ہوگا۔

سوال: بعض اوقات غنی مال، اللہ تعالی کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کر دیتا ہے تو اس سلسلہ میں گزارش یہ ہے کہ فقیر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مال اور اس کی طلب کوترک کر دیتا ہے۔

حرام سراپا عذاب

یہ تمام مال حلال میں ہے۔حرام تو سراسر عذاب ہے، شبہ والا مال حساب وعتاب ہے یا اس کے حساب کے ساتھ عذاب ہوگا۔تو اسے ترک کر دینے والا، ان تمام سے نجات وسلامتی پانے والا ہے اور یہی افضل ٹھہرے گا کیونکہ وہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور سابق ہی مقرب ہوگا جیسا کہ گزرا۔

سوال: بعض اوقات غنی تمام مال اللہ کے لئے خرچ کر دیتا ہے تو اسے افضل ہونا چاہیے؟

تو گزارش یہ ہے جب اس نے سارا مال خرچ کر دیا تو اس پر غنی کا اطلاق نہ ہوگا اس عمل سے اسے فقر حاصل ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ زاہدین اور تارکین دنیا میں شامل ہوگا۔

سوال: مال کا خرچ کرنا اور حلال کا حصول اچھا عمل ہوتا ہے؟

گذارش یہ ہے کہ بلا شبہ یہ اچھا اور محمود عمل ہے مگر اللہ تعالیٰ کی خاطر ترک مال اس سے بھی زیادہ اچھا اور قابل ستائش عمل ہے۔

ہم دو آدمی فرض کرتے ہیں ایک نے کاروبار کر کے مال اللہ کی خاطر جمع کیا اسی لئے اسے روکا اور اس کے لئے اس نے خرچ کیا جبکہ دوسرے نے کسب مال اللہ کی خاطر ترک کیا اور اسے اس لئے نہ روکا کہیں یہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہ کر دے اللہ تعالیٰ سے مشغولیت اور اس کے مشاہدہ میں استغراق کی وجہ سے مال خرچ بھی نہ کیا۔

ان دونوں میں فرق ہے کیونکہ تمام اسباب اللہ تعالیٰ کی طرف موصل ہیں اور مشاہدہ تو ایک راستہ میں ہے جبکہ دوسرا راستہ طے کر چکا۔

سوال: ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک ایسا غنی ہے جس کے ہاں غنا و فقر برابر ہیں۔

تو ہم عرض کریں گے ہم ایک فقیر فرض کر لیں جس کے ہاں یہ دونوں برابر ہوں تو جب اس کے لئے دونوں حال برابر ہوئے تو وہ کس خاطر مال کو روکے، دنیا کو تو روکنے کا حکم نہیں اور نہ ہی یہ دار امساک ہے، اب اگر وہ کسی غیر کے لئے روکتا ہے اور اس کا اس میں کچھ بھی نہیں، تو اب خود فقیر ہی ہوگا کیونکہ مال میں سے کچھ اس کی طرف منسوب نہ ہوگا جیسا کہ خلفاء اور حکمرانوں کے حوالے سے گزر چکا ہے۔

تو دنیا میں ہر لحاظ سے فقر اور آخرت میں ہر لحاظ سے غنا افضل و بہتر ہے۔

ایک اور طریقہ سے سمجھیے دنیاوی غنا کا آخرت میں اُلٹ ہو جائے گا کثرت والے وہاں پست ہو جائیں گے اور وہ مؤخر ہونگے اور ان پر سب سے زیادہ سخت حساب ہو گا اور جو سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا اس کا عذاب سخت ہو گا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے حتی کہ کفار کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ لِأَنْفُسِهِمْ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا (آل عمران ۱۷۸)	اور ہرگز کافر اس گمان میں نہ رہیں کہ وہ جو ہم انہیں ڈھیل دیتے ہیں کچھ ان کے لیے بھلا ہے ہم تو اسی لیے انہیں ڈھیل دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں بڑھیں۔

تو ان کا عذاب سخت تر ہو گا۔

باقی دنیاوی عادل حکمران اس لئے فضیلت پائیں گے کہ وہ فقیر ہی تھے اگرچہ صورۃً غنی تھے۔

جب ثابت ہو گیا کہ سب سے بہتر شخص عادل حکمران اور دلیل مفہوم مخالف پر سب سے شریر ترین اور کم درجہ والا، ظالم حکمران ہے۔ حدیث میں ہے

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ	تم سے ہر کوئی ذمہ دار ہے۔ اور تمہیں اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

جب ظالم حکمران کی رعایا کثیر ہو گی تو وہ تمام مخلوق سے بدتر ہو گا کیونکہ اس شخص کو مفلس آخرت قرار دیا گیا جس نے کسی کو قتل کیا، کسی کا مال چھین لیا، کسی کو مارا پیٹا وغیرہ، تو مذکورہ لوگ اس کی نیکیاں حاصل کر لیں گے

بشرطیکہ اس کے پاس نیکیاں ہوں یا اس پر ان کے گناہوں کا بوجھ ڈال دیا جائے گا جبکہ وہ ان کے ضرور ہونگے۔

ان تمام دلائل سے واضح ہو رہا ہے۔ کہ اصل غنا نفس کا غنا اور اصل فقر، نفس کا فقر ہے۔ اور ہر ایک میں سے محمود اور مذموم ہیں، غنا باللہ کی وجہ سے غیر سے غنا نفس یہ نہایت ہی محمود و ممدوح ہے اور یہ دونوں فقط اللہ کا فضل ہیں اور ہر شئی میں فقر الی اللہ نہایت ہی محمود و ممدوح ہے اور یہ دونوں ایسے بھائی ہیں جو جدا نہیں ہو سکتے اور یہ میزان عدل کے پلڑوں کی طرح آپس میں برابر ہونگے جو نہ جھکیں گے اور نہ مغلوب ہونگے اللہ تعالیٰ سے استغنا یہ باغی نفس کا غنا ہے اور یہ نہایت ہی مذموم ہے۔ اسی طرح ہر شئی میں غیر اللہ کی طرف محتاجی نہایت مذموم ہے اللہ تعالیٰ دونوں سے پناہ عطا فرمائے۔

فصل: مخلوق کو دعویٰ غنا سمجھتا ہی نہیں

شئی کا نفس، اس کا وجود ہی ہوتا ہے۔ اور وجود کی دو قسمیں ہیں۔ مستفاد، غیر مستفاد، مستفاد ایک لحہ بھی اپنے مستفید سے مستغنی و بے نیاز نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے وجود کا قیام اس سے ہوتا ہے۔

غنی۔ غنی الرجل غنی فھو غنی، سے ہے جس کا مفہوم دوسرے سے مستغنی ہونا اور دوسرے سے خود کا کافی ہو جانا ہے۔

فقر، افتقر الرجل اذا احتاج، سے مشتق ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنے وجود میں مستغنی نہیں۔ تو ہر ایک کا وجود غنی حق کا محتاج ہے کیونکہ وجود ہر ایک نفس میں ہے فقر محتاجی اس کی طبیعت واصل ہے اور اصل عدم ہے۔

اور غنا بطور عاریت ہے تو اسے غنی کہنا مجاز ہے نہ کہ حقیقت کیونکہ تمام وجوہات سے غنی کامل وہ ہوگا جو تمام ان حاجات سے پاک ہو اور مکان سے پاک ہے ان چیزوں سے جو مخلوق کو لازم ہیں مثلاً اقسام حدث انواع ضروریات جس کے غنا کا دوسروں پر ایسا فیضان ہو جو تمام موجودات کے لیے کافی ہو۔

غنا کا معنیٰ یہ ہے کہ جب دوسرے کو غنی کرے اور اس پر غنا کا فیضان کرے اور وہ درحقیقت ایک ہی ذات ہے۔

فقر مخلوق کا وصف ہے اور حق کے لئے صفات حق کا تسلیم کرنا لازم ہے۔

کیونکہ جب خلق کا غنا، غنا حق سے مستفاد ہے اور خلق کا وجود بھی حق ہی سے مستفاد ہوگا تو وہ بذاتہ قائم نہ ہوگا خواہ جوہر ہے یا عرض، تو بلاشبہ مخلوق کا غنا، فقر کی طرف لوٹ آئے گا کیونکہ وہ اپنے دوام میں محتاج ہی ہے اس پر عربی زبان کا یہ محاورہ فٹ آرہا ہے۔ جب کوئی آدمی کسی سے سواری عاریۃً لیتا ہے تو کہا جاتا ہے" افقر الرجل الرجل دابتہ " سواری اس کی نہیں ہاں صرف اس کے ذریعے وہ پیدل چلنے اور تھکاوٹ سے محفوظ رہا، اب اگر عاریۃً لینے والا دعوی کردے کہ یہ سواری میری ہے تو وہ چور اور جھوٹا کہلائے گا اور دو وجہ سے ظالم اور دو چیزوں کا داعی ٹھہرا، پہلے اس نے دعوی کیا یہ کہ دوسرے کی چیز ہے پھر اسے اس نے اپنی بنالی، غلط بیانی جھوٹ ہے اور جھوٹ قبیح ہے۔ تو مخلوق کے لئے حقیقۃً غنا کا دعوی سجتا ہی نہیں اس کے لئے دعوی فقر ہی خوبصورت سے بڑھ کر خوبصورت ہے تو تمام بندوں کے لئے" غنی حمید " (اللہ تعالیٰ) کی طرف فقر کی نسبت سے بڑھ کر کوئی چیز اجمل واکمل نہیں۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

الفقر ازین علی المومن من العذار الحسن علی خد الفرس الجواد	اہل ایمان کے لیے فقر زیادہ خوبصورت ہے خوب دوڑنے والے گھوڑے کی خوبصورت لگام سے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ کا بیان کرتے ہوئے اپنی صفت غنا کا ذکر فرمایا اور مخلوق کو فقیر قرار دیا اور مخلوق کا یہی جمال و کمال ہے اور شان اقدس ان ارشادات عالیہ میں ملاحظہ کیجیے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ (الفاطر:۱۵)	اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج اور اللہ ہی بے نیاز ہے سب خوبیوں والا۔
وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (محمد،۳۸)	اور اللہ بے نیاز ہے اور تم سب محتاج۔
اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (العنکبوت،۶)	بے شک اللہ بے نیاز ہے سارے جہان سے۔
اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ (الزمر:۷)	اگر تم ناشکری کرو تو بے شک اللہ بے نیاز ہے تم سے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی مدح جس قدر پسند ہے اور کسی کو نہیں ہو سکتی یہی وجہ ہے اس نے اپنی ذات اقدس کی حمد خود فرمائی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے حوالے سے نہایت ہی غیور ہے۔ لہٰذا ہر خلوق کو فقیر بننا لازم ہے۔ اور وہ ہر گز اپنے اس مقام سے تجاوز کی کوشش نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمہیں بھی اس کی سمجھ عطا فرمائے۔

وصلی اللہ علی محمد و صحبه و سلم